اکیسواں باب

21

افغان اور کشمیری

مغربی مصنفین نے گم شدہ دس قبائل کے بارے میں کوشش کی ہے کہ فلسطین سے قیدِ بابل تک اُن کی نقل و حرکت کا سراغ لگایا جائے۔ اس ضمن میں وہ کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ اُنہوں نے صرف پرانے عہدنامے کو ملحوظِ نظر رکھا ہے۔ اور بجائے اِس کے کہ وہ پرانے عہدنامے کو اپنا نقطۂ آغاز گردانتے اُنہوں نے اپنے نظریات کو اُسی پر قائم کیا اور اسطرح اِس خیال کے مطابق اپنی کوشش ترتیب دی کہ ساری حقیقت وہی ہے جو پرانے عہدنامے میں دی گئی ہے۔ اُنہوں نے ایسے حقائق کو نظر انداز اور یکسر رد کیا جو بائبل کے مندرجات سے موافقت نہیں رکھتے تھے۔ یوں گمشدہ دس قبائل کی سرگزشت ایک اسرار بنی رہی۔ تاہم جب کبھی کوئی سیاح افغانستان یا کشمیر سے گزرا اُسے حقیقت حال کا علم ہوا۔ مگر اُس نے ایسی حقیقت حال کے تذکرے کو صرف سرسری طور پر بیان کرنا ہی مناسب سمجھا۔ اور تفصیل میں جانے سے گریز کیا۔

افغانیوں کا یہ کہنا کہ وہ بنی اسرائیل کی اولاد ہیں۔ محض ایک روایت نہیں ہے۔ قدیم یادگاریں، پرانے کتبہ جات اور تاریخی آثار اُن کے مخطوطات میں برابر موجود ہیں۔ اور اُن کے پاس محفوظ ہیں۔ اِن تاریخی مخطوطات میں افغان قبائل کا شجرۂ نسب بڑی تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔ جو زمانی اعتبار سے بے حد پرانا مخطوطہ ہے اُس کا نام ہے روضۃ الالباب فی تواریخ الاکابر والانساب"۔ یعنی جسے اہلِ دانش کا گلشن و تاریخ اکابرین

اور اُن کا شجرۂ نسب کہا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ ابو سلیمان داؤد بن ابو الفضل محمد البناکیتی کا لکھا ہوا ہے۔ جسے اُس نے ۷۱۷ھ میں قلمبند کیا تھا۔ اپنے تعارف میں مصنف کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے افغانوں کے اجداد کو ان گنت صعوبتوں کا سامنا ہوا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بے دخل کیا گیا اور اُن کا قتل عام کیا گیا۔ یروشلم کو کئی بار تاخت و تاراج کیا گیا اور اُن کے اجداد (اسرائیلیوں) کو قیدی بنایا گیا۔ اس مخطوطے کے پہلے باب میں حضرت یعقوبؑ کی طویل تاریخ دی گئی ہے۔ اور دوسرے باب میں افغان قبائل کے شجرۂ نسب کو شاہِ طالوت تک بیان کیا گیا ہے۔ شاہِ طالوت وہی ہے جسے سالوس بھی کہا گیا ہے۔

ماسطوفی اپنے مخطوطے ''مجمع الانساب'' میں افغانوں کے قبائلی سربراہ قیس کا نسب نامہ بیان کرتا ہے جو ۳۱ درجوں تک شاہ طالوت تک پہنچتا ہے۔ اور ۴۵ پشتوں کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے بعد حضرت آدمؑ تک پہنچتا ہے۔

بختاور خان اپنی معروف عالمی تاریخ ''مراۃ العالم'' میں افغانوں کے سفر کا ذکر کرتا ہے جو اُنہوں نے ارض مقدس سے غور، غزنی، کابل اور افغانستان میں دوسرے مقامات تک کیا تھا۔ اسی طرح حافظ رحمت بن شاہ عالم اپنی تصنیف ''خلاصۃ الانساب'' اور فرید الدین احمد اپنی تصنیف ''رسالۂ انساب الافاغنہ'' میں افغانوں اور اُن کے نسب ناموں کا ذکر کرتے ہیں۔ دونوں اِس امر کو ثابت کرتے ہیں کہ افغانوں کا شجرہ نسب شاہِ طالوت سے ہوتے ہوئے اسرائیل تک جاتا ہے اور وہ بنی اسرائیل کی اولاد ہیں۔

اس ضمن میں دو معروف تاریخی کتابوں کا ذکر باقی ہے۔

اُن میں سے ایک کتاب کا نام ''تاریخ افاغنہ'' ہے جس کے مصنف نعمت اللہ ہیں۔ جسے برنارڈ ڈارک نے ۱۸۲۹ء میں ترجمہ کیا۔ دوسری کتاب کا نام ''تاریخ حافظ رحمت خانی'' ہے جو حافظ محمد صدیق کی لکھی ہوئی ہے اور سالِ تصنیف ۱۱۸۴ھ ہے۔ یہ دونوں کتابیں ''کوجو'' کی تاریخ پر مبنی ہیں جو ایک معروف تاریخ دان اور نسب ناموں کا علم رکھنے والا گزرا ہے۔ یہ کتابیں افغانوں کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں ہیں۔ اور

اُن کے متعدد دفعہ سفر کرنے کا تذکرہ کرتی ہیں۔ اور بتاتی ہیں کہ وہ کون تھے؟ یہ کتابیں خاص طور پر یوسف زئی افغانوں کا ذکر کرتی ہیں۔ اور اِس قبیلے کے کابل، باجوڑ، سوات، پشاور اور دوسری جگہوں میں آباد ہونے کا تذکرہ کرتی ہیں۔ یہ دونوں مصنف افغانوں کا حضرت یعقوبؑ کی نسل سے ہونا بتاتی ہیں۔ اور اُن کے نسب نامے کو شاہِ طالوت سے جوڑتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچتی ہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں اور اسرائیل کی اولاد ہیں۔

زمانۂ حال کے دو مصنف سید جلال الدین افغانی اور سید عبدالجبار شاہ سابق والیٔ سوات (''تاریخ افاغنہ'' اور ''منعمینِ بنی اسرائیل'' مخطوطہ) خاص طور قابلِ ذکر ہیں۔ دونوں مختلف افغان قبائل کا شجرہء نسب بتاتے ہیں اور اِن نسب ناموں کا تعلق شاہ طالوت کے ساتھ جوڑتے ہیں اور اُس سے اوپر جاتے ہیں۔ وہ اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ افغان، اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل میں سے ہیں۔

اگر مغربی سیاحوں اور مصنّفین کی تحریروں کو ملحوظ رکھا جائے تو یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اِس سلسلے میں ہنری ونسٹارٹ پہلا اہم مصنف ہے۔ اپنے خط میں جو ''انڈین ریسرچز'' میں شائع ہوا اُس نے افغانوں کا اسرائیلی ہونا بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ کن حالات میں وہ مسلمان ہوئے تھے۔ اُس کا کہنا ہے کہ افغانوں کا دعویٰ کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ ہر لحاظ سے درست ہے۔ (انڈین ریسرچز، ۱۷۸۸، جلد ۲ ص۶۹)۔

سرالیگزنڈر برونس نے اپنی کتاب ''بخارا کا سفر'' میں جو ۱۸۳۵ میں شائع ہوئی افغانوں کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے:

> ''افغان اپنے آپ کو اولادِ اسرائیل سمجھتے ہیں۔ مگر خود کو یہودی کہلانا پسند نہیں کرتے۔ اُن کا کہنا ہے کہ یروشلم کی تاراج کے بعد بخت نصر نے اُن کو یمن کے قریب غور میں آباد کیا۔ اُن کو اپنے سربراہ افغانہ کے نام

پر افغان کہا گیا۔ وہ تب تک اسرائیلی رہے تاوقتیکہ حضرت خالد بن ولید نے پہلی ہجری میں اُن کو کافروں کے خلاف جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اُن کی خدمات کے عوض میں اُن کے سردار قیسی کو عبدالرشید کا لقب دیا گیا۔ جسکا مطلب ہے کہ وہ پُرقوت کا بیٹا ہے۔ اُسے یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنے آپ کو بوطان کہے کہ وہ اپنے قبیلے کا مستول ہے (بوطان کا عربی میں معنی مستول ہے) جس پر اُس کی نسلیں قائم رہیں گی۔ اُس زمانے سے افغانوں کو کبھی کبھی پوتان (پٹھان) بھی کہا جاتا ہے۔ جس نام سے اہلِ ہند اُن کو پکارتے ہیں۔ اور اُن سے آشنا ہیں۔ افغانوں کی روایات اور تاریخ کو جاننے کے بعد کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی کہ اُن پر اعتماد نہ کیا جائے۔ گو اُن کی بیان کی ہوئی تاریخیں پرانے عہدنامے کے مطابق نہیں ہیں۔ افغان یہودیوں سے مشابہ ہیں۔ اور چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کرتا ہے۔ تاہم وہ یہودیوں کے بارے میں متعصب بھی ہیں۔ اور کسی طرح بھی اپنے آپ کو یہودیوں کی اولاد میں سے نہیں گردانتے۔'' (بخارا کے سفر، جلد۲، ص ص۱۳۹-۱۴۱)

سن ۱۸۳۷ء میں سرالیگزنڈر برونس کو ایک بار پھر دربار کابل میں برطانوی سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ وہ ایک عرصہ امیر دوست محمد خان کا مہمان رہا۔ اُس نے امیر دوست محمد خان سے افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے کے بارے میں استفسار کیا۔ امیر نے کہا کہ افغانوں کو اِس بارے میں کوئی شک نہ تھا۔ گو وہ یہودی ہونے کو بُرا سمجھتے تھے۔ جس کے پیچھے موروثی نفرت کارفرما تھی۔ افغان اپنے آپ کو صرف روایات کے باعث ایسا نہیں سمجھتے بلکہ اُس قدیم دستاویز کے باعث جو اُن کے پاس محفوظ ہے، ایسا سمجھتے ہیں۔ اور جس کو ''منجوع انساب'' کہا جاتا ہے۔''

جی، ٹی، وینی اپنی کتاب ''سیاحتِ کشمیر، لداخ اور اسکردو'' میں لیفٹیننٹ وڈ کی

زبانی بیان کرتا ہے کہ درۂ خیبر کے عیسوخیل، ماضی میں اپنے قبیلے کی عظمت کا ذکر کرتے ہیں۔ وینی بتاتا ہے کہ عیسو اور ذکاء (جو عیساکر ہی کا دوسرا نام ہے) یہودی اسماء ہیں۔ وہ اسلامی عہد سے قبل بھی یہاں آباد تھے۔ وینی وضاحت کرتا ہے کہ یہودیوں کے عین مطابق اگر کسی قبیلے کے نام سے پہلے 'مہا' استعمال کیا جائے اُس سے اُن کے شہر کا نام بن جائے گا۔ افغان اس سلسلے میں اپنے شہروں کے ناموں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ 'مہازا کا' کا نام لیتے ہیں جو شمال مشرقی سرحد کے صوبے کا ایک گاؤں ہے۔

(وینی: جلد ا ص ۱۲۸)

ڈاکٹر جوزف ولف "بہت حیران ہوا جب اُس نے خیبر کے افغانوں اور یوسف زئی افغانوں کی یہودیوں کے ساتھ مشابہت دیکھی"۔

(میرے سفر بخارا کی تفصیل ۱۸۴۳-۱۸۴۵ میں، ص ۱۲)

ولیم مور کرافٹ نے ۱۸۱۹ تا ۱۸۲۵ کے درمیان ہندوستان سے ملحق ملکوں میں سفر کیا۔ اس دوران وہ افغانستان بھی گیا۔ وہ لکھتا ہے کہ خیبری افغان لمبے قد کے ہیں اُن کے خدوخال خاص طور پر یہودیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اُس نے "پُش کیوں" میں پرانے عہدنامے کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو عبرانی میں تھا۔ (مور کرافٹ اور ٹرے بیک: ہندوستان کے ہمالیائی صوبے کے علاقوں، لداخ اور کشمیر، پشاور، کابل، کندوز اور بخارا کے سفر کی تفصیل، ص ص ۱۲، ۲۲)

جے بی فریزر نے اپنی کتاب "ایران اور افغانستان کی تاریخ اور تفصیلی بیانات کے بارے میں" جو ۱۸۴۳ء میں شائع ہوئی اِس امر کا ذکر کیا ہے:۔

> "(افغانی) اپنی روایات کے مطابق اپنے آپ کو یہودیوں میں سے سمجھتے ہیں ...... وہ اپنے اصلی مذہب پر برابر قائم تھے جب تک کہ اُنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔" (ص ۲۹۸)

جے پی فیریر نے "تاریخ افاغنہ" قلمبند کی اور اُسے ۱۸۵۸ء میں شائع کیا۔ اس کتاب کا کیپٹن ڈبلیو۔ ایم جیسی نے ترجمہ کیا۔ مصنف یقین کرتا ہے کہ افغان دس گمشدہ قبائل میں

سے ہیں۔ اِس ضمن میں اُس نے ایک اہم واقعہ کا ذکر کیا ہے:

''جب نادرشاہ ہندوستان کی فتح کیلئے پشاور پہنچا تو یوسف زئی قبیلے کے سربراہ نے نادرشاہ کو عبرانی میں لکھی ہوئی بائبل اور دوسرے نوادرات جو اُن کی قدیم عبادات میں اُن کے استعمال میں رہی تھیں پیش کیں۔ یہ نوادرات اُن کے پاس محفوظ رہی تھیں۔ اِن نوادرات کو اُن یہودیوں نے فوراً شناخت کرلیا جو لشکر کے ساتھ تھے۔''

(جے پی فیریر: ''تاریخ افاغنہ'' ص۴)

جارج مور نے اپنی معروف تصنیف ''گمشدہ قبائل'' میں جو ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی متعدد حقائق کا ذکر کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اِن قبائل کا افغانوں اور کشمیریوں میں سراغ ملتا ہے۔ اسرائیلیوں کی نقل و حرکت اور ان کی خصوصیات کا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے جارج مور کا کہنا ہے:۔

''ہمیں اُن لوگوں کی زندگی میں اسرائیلی خدوخال بھی بخوبی دکھائی دیتے ہیں جو اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ اور جن کا کہنا ہے کہ وہ اُن قبائل کی اولاد میں سے ہیں جو گمشدہ قبائل کہلاتی ہیں۔ اُن کے قبیلوں اور علاقوں کا نام جو قدیم جغرافیے اور حالیہ جغرافیائی ماحول میں برابر برقرار ہے اِس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں اُس راستے کا علم بھی ہے جس پر اِن قبائل نے مدائن سے افغانستان کی جانب سفر کیا تھا۔ اور راستے میں جہاں جہاں وہ ٹھہرے تھے اُن مقامات کو متعدد قبیلوں کے نام دیئے گئے تھے۔''

جارج مور مزید لکھتا ہے:

''سر ولیم جونز، سر جان مالکم اور چمبرلین (جو لاپتہ ہوا) باقاعدہ تحقیق کے بعد اس امر پر متفق تھے کہ دس قبائل نے افغانستان سے ہندوستان کی

سمت نقل مکانی کی اور تبت اور کشمیر میں پہنچے۔"

(مور: گم شدہ قبائل ص ۱۵۱)

جارج مُور نے صرف تین معروف ناموں کا ذکر کیا ہے۔ تاہم اِس سلسلے میں مزید مصنفین کا استفادے کی خاطر بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ جن میں جنرل سر جارج میکمن، کرنل جی بی میلیسن، کرنل فیلسن، جارج بیل، ای بالفور، سر ہنری یُول، اور سر جارج روز کے نام شامل ہیں۔ (جنرل سر جارج میکمن: افغانستان، دارا سے امان اللہ تک، ص ۲۱۵۔ کرنل جی بی میلیسن: تاریخ افغانستان، ابتدائی عہد سے ۱۸۷۸ء کی جنگ تک، ص ۳۹۔ کرنل فیلسن: تاریخِ افغانستان، ص ۴۹۔ جارج بیل: "افغانستان کے قبیلے" ص ۱۵- ای بالفور: "انسائیکلوپیڈیا آف انڈیا" آرٹیکل 'افغانستان'۔ سر جارج روز: "افغان، دس قبائل اور مشرق کے بادشاہ، ص ۲۶)۔ یہ مصنفین الگ الگ ایک ہی نتیجے پر پہنچے تھے۔ تاہم اِس ضمن میں دیگر مصنفین کا نام بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ میجر ایچ ڈبلیو بیلو جو سیاسی مشن پر قندھار گیا تھا۔ اور جس نے اپنے تاثرات "جرنل آف اے مشن ٹو قندھار ۱۸۵۷ء-۱۸۵۸ء" میں قلمبند کئے تھے۔ اُس نے ۱۸۷۹ء میں جو تصنیف شائع کی جس کا عنوان ہے "افغانستان اور افغان"۔ ۱۸۸۰ء میں اُسے ایک دوسرے مشن پر کابل بھیجا گیا اور اُسی برس میں اُس نے یونائیٹڈ سروسز انسٹیٹیوٹ، شملہ میں دو لیکچر دیئے جن کے عنوان تھے "ایک نیا افغان مسئلہ۔" یا "کیا افغان اسرائیلی ہیں؟" اور "افغان کون ہیں؟" اُس نے بعد ازاں ایک اور کتاب شائع کی جس کا نام "افغانستان کی نسلیں" تھا۔ اپنے آخری دنوں میں اُس نے تمام حقائق کو ایک کتاب میں جمع کیا جسکا نام تھا "افغانستان کی نسلی تاریخ کا جائزہ" جو ۱۸۹۱ء میں ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوئی۔ اِس کتاب میں بیلو قلعہٴ یہودی کا ذکر کرتا ہے (ص ۳۴) جس سے اِس علاقے کی مشرقی سرحد موسوم تھی۔ وہ "دشت یہودی" کا ذکر بھی کرتا ہے جو مردان (صوبہ سرحد، پاکستان) کے ضلع میں ایک مقامی نام ہے (ص ۴)۔ وہ ایسے افغان قبیلے کا ذکر بھی کرتا ہے جو گشن کہلاتا ہے (ص ۸۱) اور کئی ایک ایسے مقامات کا تذکرہ بھی کرتا ہے جو لفظ گش پر ختم ہوتے ہیں

اور اس نتیجے پر پہنچتا ہے:

''افغانوں کا یعقوب اور عیسو، موسیٰ اور خروج کا بیان اور اسرائیلیوں اور املاکیوں سے جنگ اور فلسطین کی فتح، کشتی نوح اور میثاق اور سالوس (طالوت) کا مملکت کے سربراہ ہونے کیلئے منتخب ہونا، اور دیگر حالات اِس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ اُن کا بیان بائبل کے مطابق ہے۔ اور صاف بتاتے ہیں کہ افغان پرانے عہدنامے سے بخوبی واقف ہیں۔ اور ہر چند کہ وہاں عیسائی موجود تھے۔ افغان باقاعدہ حضرت موسیٰؑ کی کتب کا مطالعہ کرتے رہے تھے جب تک پیغمبرِ اسلام محمدؐ کا ظہور نہیں ہوا تھا۔''

(بیلو: افغانستان کی نسلی تاریخ کا جائزہ، ص ۱۹۱)

لاہور کے ایک انگریزی روزنامہ اخبار 'سول اینڈ ملٹری گزٹ' کے ۲۳ نومبر ۱۸۹۸ کے شمارہ میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں افغانوں کے ناموں کا اسرائیلی اسماء سے موازنہ کیا گیا تھا اور دیگر خدوخال کو بھی موازنے میں شامل کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا تھا کہ افغان گم شدہ (اسرائیلی) قبائل کی اولاد میں سے ہیں۔

تھامس لیڈلی نے ''کلکتہ ریویو' میں ایک مضمون لکھ کر اپنے اس نقطۂ نظر کو بیان کیا:

''جب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ افغان اپنے آپ کو نہ صرف بنی اسرائیل کہتے ہیں بلکہ اپنے یہودی (یہودیہ کے رہنے والے) ہونے کو رد کرتے ہیں تو یورپین ان حقائق کو ہمیشہ خلط ملط کرنے کے عادی ہیں۔ حقیقت میں وہ اپنے آپ کو یہودی کہلانے سے نفرت کرتے ہیں۔ تاہم وہ بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔''

یہ مضمون ''کلکتہ ریویو' میں جنوری ۱۸۹۸ میں شائع ہوا۔ بعدازاں لیڈلی نے اپنے خیالات کا تفصیلی اظہار اپنی کتاب میں کیا جو دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

مذکورہ امور کی وضاحت کرتے ہوئے لیڈلی لکھتا ہے:

''اسرائیلیوں کو جو دس قبائل پر مشتمل تھے عموماً اسرائیل کہا جاتا ہے کہ وہ یعقوب کے گھرانے سے اور یہودیہ کے اُس قبیلے سے الگ ہوگئے تھے جس کو یہودیہ کے علاقے سے منسوب کیا گیا تھا۔ اُن کی تاریخ جُدا تھی۔ یہودیہ کے رہنے والوں کو یہودی کہاجاتا تھا۔ اور اس اعتبار سے وہ بنی اسرائیل سے الگ اور منفرد تھے۔ اور ایسا فرق مشرق و مغرب میں یکساں طور پر کارفرما رہا ہے۔''

(کلکتہ ریویو: ''لیڈلی کے مقالات'' ص۷، جنوری ۱۸۹۸)

عہد حاضر کے مصنّفین میں سے ڈاکٹر ایلفرڈ ایڈرہائیم کا کہنا ہے:

''جدید تحقیق نے ثابت کرتے ہوئے نسطوریوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور باوثوق شواہد کی روشنی میں بتایا ہے کہ افغان ہی دس گمشدہ قبائل کی اولاد میں سے ہیں۔'' (یسوع مسیح کی زندگی اور زمانہ، ص۱۵)

سرٹامس ہولڈچ کا کہنا ہے:

''ایک اہم قوم ایسی ہے (جس کے بارے میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔) جو اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتی ہے اور جس کا کہنا ہے کہ وہ کُش اور حام کی نسل سے ہے۔ اِس قوم نے شریعت موسوی کو بعض عجیب اضافوں کے ساتھ اپنے اخلاقی رسم و رواج میں سمو رکھا ہے اور اس قوم کے بعض افراد عید فسح کو مناتے ہیں۔ اور یہودیوں سے روایتی عناد رکھتے ہیں۔ اِن کے دعویٰ کو مسترد کرنا مشکل ہے کہ وہ بنی اسرائیل ہیں۔ یہ قوم افغانستان اور کشمیر میں بستی ہے۔'' (سرایلفرڈ ہولڈچ: گیٹس آف انڈیا، ص۴۹)

افغانستان کی عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے:

''اِن کی خواتین کے خدوخال خوب صورت ہیں اور یہودی عورتوں کے مشابہہ ہیں۔'' (انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا، ایڈیشن ۱۴ مضمون 'افغانستان')

اِن حقائق سے نمایاں ہوتا ہے کہ روایات، تاریخ، قدیم و جدید تحریری شواہد صرف اِس حتمی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ افغان گم شدہ دس قبائل کی اولاد میں سے ہیں اور بنی اسرائیل ہیں۔

جو حقائق افغانوں کے بارے میں ہیں وہی حقائق اور شواہد اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ کشمیری بھی اُن دس گمشدہ قبائل کی اولاد ہیں۔ جو افغانوں کے اجداد بھی ہیں۔ کشمیریوں کا بھی بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ ہے اور وہ اپنے آپ کو کاشر کہتے ہیں یہ عبرانی لفظ ہے جس کا مطلب 'پاکیزہ' ہے۔

بدقسمتی سے کشمیر کے تاریخی تذکرے کیلئے سوائے راج ترنگنی کے کوئی قدیم ہندو مآخذ دستیاب نہیں ہے۔ اور جیسا کہ اِس کے نام سے واضح ہے راج ترنگنی صرف راجاؤں کا ذکر کرتی ہے، لوگوں کا تذکرہ اسکا موضوع نہیں ہے۔ سب سے پہلا تاریخی تذکرہ ملا نادری جس کی ''تاریخ کشمیر'' سلطان سکندر (۱۳۷۸۔۱۴۱۶ء) کے عہد سے شروع ہوتی ہے اور سلطان زین العابدین کے عہد پر ختم ہوتی ہے۔ اور اس کا ذکر بھی ملا نادری نے کیا ہے کہ سلطان زین العابدین کے عہد کی ابتدا ہو چکی تھی جب اُس کی تاریخ اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔ ملا نادری کے بعد دوسرا تاریخ نویس ملا احمد ہے۔ اُس نے ''وقائع کشمیر'' لکھی۔ یہ تاریخ ملا نادری سے استفادہ نہیں کرتی۔ لیکن ملا نادری کی تاریخ کے بعد آنے والے واقعات کے ساتھ اپنا تسلسل قائم کرتی ہے۔ تاریخ کی اِن دونوں کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ کشمیر کے رہنے والے اسرائیل کی اولاد ہیں۔ اِن تاریخوں کے بعد ''حشمتِ کشمیر'' کا تاریخی تذکرہ آتا ہے۔ جسے عبدالقادر بن قاضی القضاۃ واصل علی خان نے لکھا ہے۔ یہ تاریخ ۱۸۲۰ء میں لکھی گئی۔ اور اسمیں مرقوم ہے کہ اہلِ کشمیر بنی اسرائیل ہیں اور کشمیر کے باشندے بھی اسرائیل کی اولاد ہیں (مخطوطہ ۴۲ رائل ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال حاشیہ ۶۸ ب)۔ اور مزید کہا گیا ہے کہ وہ ارضِ مقدس سے آئے تھے (ایضاً حاشیہ ۷۷ب)۔ یہ تاریخ بڑی تفصیل سے اس کا ذکر کرتی ہے۔ ملا محمد خلیل مرجان پوری (کشمیر) کی ''تاریخِ خلیل'' ۱۸۶۶ء میں لکھی گئی۔ اہلِ کشمیر کی ابتدا کے بارے میں لکھتے ہوئے وہ راجہ وشکولا کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے:

''اُس راجہ کے عہد میں مسلمان یہاں وارد ہوئے اور یہاں بس گئے وہ کسی دور دراز کے ملک سے آئے تھے۔'' (مخطوطہ ۲۳)

کلہانہ کے مطابق راجہ وشکولا کا عہد حکومت ۷۶۵ سے ۷۰۵ ق م تھا۔ تاہم کلہانہ کی تاریخیں قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ ایچ ایچ ولسن نے اپنی کتاب ''تاریخ کشمیر'' میں کشمیر کی تفصیلی اور سیر حاصل تاریخ لکھی ہے جس میں راجہ وشکولا کا عہد حکومت ۲۱۸ ق م بتایا گیا ہے۔ لیکن ولسن کی دی ہوئی تاریخ بھی درست نہیں ہے۔ اور لگتا ہے کہ ایسا اندازہ کرتے وقت اُس سے بھی کوئی غلطی سرزد ہوگئی تھی۔ تاہم اگر ملا محمد خلیل کا کہنا بجا ہے تو موجودہ اہلِ کشمیر کے اجداد جو تیسری صدی ق م میں وارد ہوئے تھے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے قبل یہاں آئے تھے۔ اُن کی آمد کی تاریخ اسرائیل کی قیدِ بابل کے ساتھ کم و بیش مطابق بھی ہے۔ لیکن اُس زمانے میں مسلمان موجود نہ تھے۔ (''تاریخ خلیل'' مخطوطہ ۲۳)۔ مصنف کو اسکا علم تھا مگر اُس نے ملا نادری کی تاریخ سے اقتباس کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا لکھا تھا۔ تاہم ملا محمد خلیل نے اقتباس کو برقرار رکھتے ہوئے وضاحت کی ہے:

''یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اُس وقت پیغمبر آخر الزماںؐ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے یہ مسلمان پہلے پیغمبروں کے ماننے والوں میں سے تھے اور اہلِ کتاب تھے۔'' (تاریخِ خلیل مخطوطہ، ص ۲۳)

'اہلِ کتاب' کی اصطلاح قرآنی ہے اور مسلمان اس کا اطلاق یہودیوں اور عیسائیوں دونوں پر کرتے رہے ہیں۔ تاہم جس زمانے کا ذکر مراد ہے اُس وقت حضرت عیسیٰؑ کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ملا نادری اور خلیل دونوں کا اشارہ صرف یہودیوں کی جانب تھا۔

کشمیر کے پنڈت نارائن کول نے ''گلدستۂ کشمیر'' کو ۱۸۸۴ میں تحریر کیا۔ اُس کا کہنا ہے کہ کشمیری مسلمان اور کشمیری پنڈت دونوں اسرائیل کی اولاد ہیں۔ (گلدستۂ کشمیر حصہ اوّل، ص ۷۳)

پنڈت رام چند کاک جو کچھ برس قبل ریاستِ کشمیر کا وزیرِاعظم تھا ایک زمانے میں کشمیر کے محکمہ آثارِ قدیمہ کا سپرنٹنڈنٹ بھی رہا تھا۔ اُس نے اپنی کتاب ''کشمیر کے آثارِ قدیمہ'' میں جو ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی، لکھا ہے:

> ''موسیٰ یہاں کا ایک مقبول ترین ذاتی نام ہے۔ اور کئی ایک آثار ایسے پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ اسرائیل سے اِدھر آ کر آباد ہوئے تھے۔ مثال کے طور پر پہاڑوں پر ایک عمارت برابر موجود ہے جسے تختِ سلیمان کہا جاتا ہے۔'' (رام چند کاک: کشمیر کے آثار قدیمہ، ص ۷۵)

مغربی سیاحوں اور تاریخ دانوں کا ذکر کرنے سے پہلے شیعہ روایات کی ایک کتاب ''اصولِ کافی'' کا ذکر کرنا مناسب ہے جو ایک ہزار برس قبل لکھی گئی تھی۔ اِس کتاب میں لکھا ہے کہ پرانے زمانے میں کشمیر کا ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا جس کے چالیس درباری ایسے تھے جو توریت کے عالم تھے اور وہ حضرت ابراہیمؑ کے اقوال اور زبور کو بخوبی پڑھ سکتے تھے۔ (اصولِ کافی ص ۳۴۴)۔ ایسا کون سے لوگ کر سکتے ہیں جو یہودی نہ ہوں۔ اُن کا عیسائی ہونا بھی درست دکھائی نہیں دیتا۔

البیرونی نے جو محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان آیا تھا۔ کشمیر کے بارے میں بھی لکھا ہے اور بیان کرتا ہے:

> ''وہ اپنے ملک کی قدرتی قوت کے لئے خاص طور پر فکرمند رہتے ہیں۔ اِس لئے وہ یہاں آنے والے مرکزی دروازوں اور راستوں کی بالخصوص نگرانی کرتے ہیں...... پرانے زمانے میں وہ صرف دو یا تین غیر ملکیوں کو آنے کی اجازت دیتے تھے اور وہ صرف یہودی ہوتے تھے۔''
>
> (کتاب الہند: مترجم ڈاکٹر ایڈورڈ سی ساچو، جلد ا ص ۲۰۶)

کشمیر کے متعلق مغربی سیاحوں اور تاریخ نویسوں کا ذکر فرانسیس برنیئر سے شروع کرنا مناسب ہے۔ وہ کئی سالوں تک شہنشاہ اورنگ زیب کا درباری رہا تھا۔ موسیو تاونیو نے

اُس سے استفسار کیا تھا:۔

''کیا یہ درست ہے کہ یہودی ایک طویل عرصے تک کشمیر کی سلطنت میں آباد رہے تھے؟ اور کیا اُن کی تحویل میں مقدس مذہبی صحیفے بھی تھے؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا اُن کے پرانے عہدنامے اور ہمارے پرانے عہدنامے میں کوئی فرق ہے؟'' (برنیئر: مغل سلطنت اور کشمیر، ہندوستانیوں کی جنت کی سیاحت، ص۴۳۰)

اپنے مکتوب نمبر۹ میں جو برنیئر نے موسیو ڈی مرویلیز کو دسمبر ۱۶۴۴ء میں تحریر کیا تھا اور جس میں اُس نے کشمیر کا سفر بیان کیا ہے۔ اُس نے مذکورہ استفسار کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

''میں بھی یہ جان کر اُسی طرح خوشی محسوس کرتا ہوں جیسی خوشی موسیو تاوئیو نے محسوس کی ہوگی کہ اس دشوار گزار پہاڑی علاقے میں یہودی بھی آباد رہے ہیں۔ اور یقیناً وہ بھی اُنہی یہودیوں کا ذکر کرتا ہے جن کو سلمنسر نے اِن علاقوں میں آباد کیا تھا اور وہ یہودی اُن قبیلوں کی اولاد تھے۔ جن کو سلمنسر نے یروشلم کے تاراج ہونے کے بعد اپنے وطن سے بے وطن کیا تھا۔ میرا جواب یہ ہے کہ اُن قبیلوں میں سے بعض ایک کو یہاں آباد کیا گیا تھا۔ اور اُن کی آبادی یا تو بت پرست ہے یا اسلام قبول کرچکی ہے۔ چین میں بھی یہ قبیلے آباد ہیں۔ کیونکہ میں نے حال ہی میں چند خطوط دہلی کے ریورنڈ فادر کے پاس بھی دیکھے ہیں جو پیکن کے جرمن مشنری نے لکھے تھے جن میں وہ لکھتا ہے کہ اُس کی اُن یہودیوں سے گفتگو بھی ہوئی ہے جو قدیم یہودی مسلک کے پیروکار ہیں۔ اور اُن کے پاس پرانے عہدنامے کے صحیفے بھی ہیں۔ اُن کو یسوع کی وفات کا کوئی علم نہیں ہے۔

قدیم یہودی مذہب کے بیشتر نشانات بھی اس ملک میں دیکھے جاسکتے

ہیں۔ کشمیر کی سلطنت میں پیر پنچال کے پہاڑی سلسلہ سے داخل ہوتے وقت سرحدی علاقے کے باشندوں کی یہودیوں سے بے حد مشابہت دکھائی دیتی ہے۔ اُن کے چہروں کے نقوش اور عادات و اطوار اور وہ خصوصیات جو بیان سے باہر ہیں جو کسی بھی سیاح کو بخوبی نظر آتی ہیں جو ملک ملک پھرا ہو اور جس نے مختلف اقوام کا جائزہ بھی لیا ہو کہ یہ لوگ قدیم قبائل میں سے ہیں۔ میں صرف قیاس آرائی سے کام نہیں لے رہا ہوں۔ اِن سرحدی دیہاتوں کے لوگ شکل و صورت میں یہودی نظر آتے ہیں جس کا ذکر عیسائی پادری نے بھی کیا ہے اور مجھ سے بہت پہلے بیشتر یورپی سیاحوں نے بھی اسی امر کا ذکر کیا ہے۔'' (ایضاً ص ص ۴۳۰-۴۳۲)

برنیئر نے اپنے نقطۂ نظر کے ثبوت میں تفصیلی وجوہات بھی دی ہیں۔ اُن میں سے ایک وجہ بیان کرتے ہوئے، وہ لکھتا ہے:

''تیسری وجہ یہ معروف روایت ہے کہ سلیمان نے اس ملک کا سفر کیا تھا۔ اور اُس نے بارہ مولہ کے مقام پر پہاڑ کو کاٹ کر پانی کے بہاؤ کیلئے راستہ بنایا تھا۔ اور ایک چھوٹی سی عمارت جو بہت پرانی ہے تعمیر کی تھی جسے تختِ سلیمان کہتے ہیں۔ اور یہ یادگار ابھی تک برابر موجود ہے۔''
(ص۴۳۲)

برنیئر نتیجہ برآمد کرتے ہوئے کہتا ہے:

''تم اتفاق کرو گے کہ میں اِس امر سے انکاری نہیں ہوں کہ یہودی کشمیر میں ضرور آباد ہوگئے ہوں گے۔ تاہم اُن کی شریعت کا خالص رہنا، ایک مدت کے بعد ممکن نہ ہوگا کہ وہ بت پرستی کا شکار ہوگئے۔ اور الحاد پرستوں کے مانند اُنہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔'' (ایضاً ص۴۳۳)

تاہم برنیئر کے سفرنامے کے مترجم نے اپنی طرف سے بھی اضافہ کرتے ہوئے لکھا:

''اِس زمانے میں کشمیر جانے والوں نے کشمیریوں کے ناموں کا خاص کر مشاہدہ کیا ہے کہ رحیم جو، جل جو، لس جو ایسے اسماء ہیں جو یہودیوں سے مشابہہ ہیں۔ اِن لوگوں کے خدوخال جو یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں کئی ایک موجودہ سیاحوں کے مشاہدے میں آئے ہیں۔''

(ایضاً ص ۴۳۰)

جس فادر مشنری کا برنیئر نے ذکر کیا تھا اُس کا نام کاترو تھا۔ اُس نے ''مغلیہ سلطنت کی عمومی تاریخ'' میں جو ۱۷۰۸ء میں شائع ہوئی لکھا ہے کہ کشمیری یہودیوں کی نسل سے ہیں۔ (کاترو: ص ۱۹۵)

ایس منوچی جو شہنشاہ اورنگ زیب کا طبیب تھا، اُس کی رسائی سرکاری دستاویزات تک بھی تھی اور وہ بھی برنیئر کے ساتھ شہنشاہ کے ساتھ کشمیر بھی گیا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں اُس نے اکبر اعظم کے دربار میں ایک یہودی کی موجودگی کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے:

''ایک قدیم روایت ہے کہ یہ یہودی جن کو سلمنسر قید کر کے لایا تھا کشمیر میں آباد ہوگئے تھے۔ اور وہاں کے باشندے انہی یہودیوں کی نسل سے ہیں۔ یہ امر یقینی ہے گو کشمیر میں یہودیوں کے مذہب کا کوئی آثار نہیں ملتا۔ یہاں کے باشندے یا تو ہندو ہیں یا مسلمان ہیں۔ اور دونوں کے خدوخال اسرائیلیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اور اُن کے نقوش بنی اسرائیل کے سے ہیں جو دوسری اقوام سے الگ اور منفرد ہیں۔'' (جیمز ہوف: ہندوستان میں عیسائیت کی تاریخ، جلد ۲، ص ص ۲۸۷، ۲۸۸)

جارج فورسٹر نے ''بنگال سے انگلستان کے دوران لکھے گئے خطوط'' میں جن کو کتابی صورت میں ۱۸۷۳ء میں شائع کیا گیا، لکھا ہے:

''کشمیریوں کو پہلی نظر میں ان کے ملک میں دیکھنے پر میں نے اُن کے لباس، چہرے کے نقوش جو اُفقی اور سنجیدہ تاثر دیتے تھے اور اُن کی

داڑھیوں کی تراش خراش سے اندازہ کیا کہ میں یہودیوں کی قوم کے درمیان چلا آیا ہوں۔" (فورسٹر: جلد۲ ص ۲۰)

ریورنڈ کلاڈیئس بکانن نے جنوبی ہندوستان کی دُور دراز تک سیاحت کی تھی۔ اُس کا مقصد تھا کہ وہ سفید فام اور سیاہ فام یہودیوں کا سراغ لگائے جو اس علاقے میں رہتے تھے۔ اور معلوم کرے کہ اُن کا سینٹ تھامس کے ماننے والے عیسائیوں سے کیا تعلق رہا تھا۔ اُس نے اپنی تصنیف "ایشیا میں عیسائی تحقیقات" میں حضرت موسیٰؑ کے ایک صحیفے کا عبرانی میں لکھے ہوئے قدیم مسودے کا ذکر کیا ہے۔ جسے ۴۸ فٹ لمبے چمڑے کے رول پر لکھا گیا تھا۔ اُسے بتایا گیا کہ یہ رول کشمیر سے لایا گیا تھا۔ اُس نے مزید کہا ہے کہ کابل کے یہودی جو اندرون چین کا سفر کرتے ہیں کہتے ہیں کہ بعض یہودی معابد میں شریعت موسوی ابھی تک بکری کے چمڑے کے رول پر لکھی جاتی ہے۔ اور اُسے سرخ رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ (بکانن: ص۲۲۹)

جنوبی ہندوستان کے یہودی اپنا رشتہ کشمیر کے باشندوں سے جوڑتے ہیں۔ مہاراشٹر میں ایک روایت ہے کہ کشمیریوں سے مشابہہ سفید فام لوگ مالا بار میں ایک طوفان میں پھنس گئے تھے (پنڈت انند کول: کشمیری پنڈت، ص۲۱)۔ محمد دین فوق نے بھی اسی طرح کی ایک روایت کا ذکر کیا ہے۔ جسے کشمیری پنڈت بیان کرتے ہیں۔ جن کا کہنا ہے کہ وہ ایران اور ایران سے پرے ملکوں سے آئے تھے اور اُن میں سے چند ایک ساحل مالا بار پر آباد ہوگئے تھے۔

(محمد دین فوق: اقوامِ کشمیر یعنی کشمیری قبائل، جلد ۱ ص ص ۱۵-۱۶)

۱۸۴۱ میں شائع ہونے والی کتاب "ہمالیہ کے صوبجات کا سفرنامہ" کا مصنف ایچ ہنری ولسن لکھتا ہے:

"وہ طبعی اور نسلی خدوخال جو کشمیریوں کو نمایاں کرتے ہیں کسی بھی سیاح کو متوجہ کرتے ہیں کہ اُن کے خدوخال کا تعلق یہودیوں سے ہے۔"

(ولسن: ص ۱۲۹)

جی ٹی وینی ''کشمیر، لداخ اور اسکردو کے سفرنامے'' میں جو۱۸۴۲ء میں شائع ہوا، کہا ہے کہ سرینگر میں تخت سلیمان کے آس پاس یہودی مقابر بھی پائے جاتے ہیں۔ اُس کا مزید کہنا ہے:

''مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ کشمیریوں کے چہرے کے نقوش سے علم ہوتا ہے کہ وہ ابتدائی طور پر یہودی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔'' (ایضاً ص۳۹۶)

بیرن ہیوگل کشمیریوں کے بارے میں اپنے سفرنامے ''کشمیر اور پنجاب کی سیاحت'' (۱۸۴۵ء) میں لکھتا ہے:

''بعض عمر رسیدہ کشمیریوں کو بجا طور پر یہودی سربراہوں کے نمونے بھی تصور کیا جاسکتا ہے۔ (ص۷۸)

جے بی آئرلینڈ اپنے سفرنامے ''وال سٹریٹ سے کشمیر تک'' میں جو۱۸۵۳ میں قلمبند کیا گیا تھا، لکھتا ہے:

''کشمیری مرد درمیانی قدوقامت کے ہیں۔ اور ہماری طرف کے دیہاتیوں سے مشابہہ ہیں۔ گو وہ زیادہ توانا نہیں ہیں۔ سفید مائل ہیں اور اُن کے چہرے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اُن کی عورتیں یونانی، یہودی اور ہندوستانی نقوش کا امتزاج ہیں۔''

(ص ص۳۹۳، ۴۹۵)

مسز ہاروے اپنے سفرنامے (ایک عورت کا تاتار، تبت، چین اور کشمیر کا سفر، ۱۸۵۴ء) میں مارتند کے قریب ہاروت و ماروت کی بوری (کنواں) کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات بھی اسی سرزمین میں ہوئی تھی۔ اور اُن کی قبر بھی بعض افراد کو معلوم ہے۔ (جلد۳ ص۱۵۴، جلد۲ ص ص۲۰۰-۲۰۱)

جارج مُور کا پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ ''روایات کے مطابق حضرت سلیمان نبیؑ بھی یہاں آئے تھے اور حضرت موسیٰؑ بھی وارد ہوئے تھے تا کہ لوگوں

کو خدائے واحد کی تعلیم دیں۔'' (گم شدہ قبائل، ص ۱۳۷)

کرنل ایچ ڈی ٹورنز (۱۸۶۲) کا کہنا ہے:

''روایات کے مطابق قیاس ہے کہ کشمیری یہودیوں کی نسل سے ہیں۔ یہ قیاس آرائی اُن کی نسل ، اُن کے لباس، چہرے کے نقوش اور اُن کی داڑھیوں کی تراش خراش سے درست ثابت ہوتی ہے۔ ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کشمیر کے صدر مقام کے قریب ہوئی تھی۔ اور اُنہیں یہیں دفن کیا گیا تھا۔''

(لداخ، تاتار اور کشمیر کا سفرنامہ، ص ۲۶۸ حاشیہ)

ڈاکٹر کیتھ جانسٹن، ''ڈکشنری آف جیوگریفی'' (۱۸۶۷ء) میں لکھتا ہے:

''کشمیر کے باشندے لمبے قد اور اچھے بدن کے لوگ ہیں۔ اُن کے خدوخال تن و مند ہیں۔ عورتوں کا بھرپور جسم ہے، خوبصورت ہیں، ستواں ناک اور خدوخال میں یہودیوں سے مشابہہ ہیں۔'' (مضمون: کشمیر)

جارج بیل ''خطوط از ہندوستان اور کشمیر'' (۱۸۷۴ء) میں اس خیال کا اظہار کرتا ہے:

''مذہب کے اعتبار سے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ کشمیر کے باشندے اپنے خدوخال میں یہودیوں سے بہترین مشابہت رکھتے ہیں۔ نسلی طور پر خوب صورت عورتیں اور بہادر مرد دکھائی دیتے ہیں۔ گو اُن کی بہادری کا زیادہ چرچا نہیں ہوا۔ لیکن اپنے چہرے کے نقوش سے وہ بہادر نظر آتے ہیں۔ فرینکفرٹ یا اٹلی کے یہودی علاقوں کی خستہ حالی اور سب سے گندی خصوصیات کی انتہائی صورت کشمیریوں کی عام زندگی میں زیادہ نمایاں ہے۔'' (ص ۱۷۷)

''نرم کتابی چہرا، بڑی بڑی بادامی آنکھیں، گھنی پلکیں، یہودیوں سے مشابہہ اُن کی ناک، پتلے ہونٹ، موتیوں کے مانند سفید دانت، گول بھرے ہوئے بازو، پتلی انگلیاں جن پر حناء کا رنگ چمکتا ہے۔ دراز قد

اور متناسب اعضاء عام طور پر نظر آتے ہیں۔'' (ص۱۸۲)

میجر ایچ ڈبلیو بیلیو اپنی کتاب ''کشمیر اور کاشغر'' (۱۸۷۵ء) میں کشمیریوں کی عورتوں اور مردوں کے لباس کا ذکر کرتا ہے۔ اُن کے بچوں کے خوش کن خدوخال کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ایسے نقوش بتاتے ہیں کہ وہ یہودیوں کی نسل میں سے ہیں۔ (ص۶۶)

۱۸۵۷ء میں شائع ہونے والی ایک کتاب ''کشمیر اور اسکے شال'' میں یہ اقتباس غور طلب ہے:

''بعض ایسی روایات جو مستحکم ہیں اور ماضی قریب میں اُن کا تذکرہ بھی ہوتا رہا ہے، بتاتی ہیں کہ دس گم شدہ قبائل میں سے بعض قبیلے اپنی پراگندگی کے دوران کشمیر میں وارد ہوئے۔ اگر اسے درست تسلیم کیا جائے تو قالین بافی کا فن وادیٔ کشمیر میں قدیم صدیوں سے برقرار رہا ہے اور خیال گزرتا ہے کہ بابل کی قید کے زمانے میں اُن کے اجداد نے یہ فن اہلِ بابل سے اسیری کے دوران سیکھا تھا۔'' (ص۱۷)

کاولی لیمبرٹ نے ''کشمیر اور لداخ کا سفرنامہ'' (۱۸۷۷ء) میں اپنے تجربات کا ذکر کیا ہے۔ اُس کا کہنا ہے:

''جسمانی طور پر یہ لوگ دراز قد، تنومند اور اچھی شکل وصورت کے ہیں۔ اُن میں بعض سفید اور سرخی مائل ہیں، بالوں کا رنگ سنہری بھی ہے اور اُن کی آنکھیں نیلی ہیں۔ گو اُن کی بڑی تعداد کی رنگت سیاہی مائل ہے اور بلاشبہ اُن کے خدوخال یہودیوں سے مشابہ ہیں۔ عورتیں لمبا فراک پہنتی ہیں۔ جو مردوں کے لباس سے زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ وہ اپنے سروں پر ایک ٹوپی پہنتی ہیں۔'' (ص۲۴)

فریڈرک ڈریو اپنی تصنیف ''ہندوستان کی شمالی سرحد'' (۱۸۷۷ء) میں کشمیریوں اور کشتواڑیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اُن کے ماتھے سیدھے اور اُونچے ہیں۔ اور اُن کے سر کی بناوٹ بھی اچھی ہے۔ اُن کی ابرو تراشیدہ ہیں۔ درمیانی اور بڑھاپے کی عمر میں اُن کے ناک خوبصورت ہوتے ہیں۔'' (ص ۱۲۴)

''وہ طبعاً اُونچی آواز میں بات کرتے ہیں۔ جھگڑالو بھی ہیں اور مرنے مارنے پر اُتر آتے ہیں۔ ذہنی طور پر اپنے ہمسایوں سے زیادہ ذہین ہیں۔ ذہن کی واضح قدرتوں میں سمجھ بوجھ میں اور اختراعی صلاحیت میں اپنے حکمرانوں پر سبقت رکھتے ہیں۔ عام حالات میں وہ باتونی، خوش مزاج اور ہنس مکھ ہیں۔'' (ص ۱۲۵)

''کشمیری پنڈتوں کے خدوخال اُسی طرح خوب صورت ہیں جیسا کہ معاشرے کے متمدن طبقوں میں نظر آتے ہیں۔'' (ص ۱۲۸)

جیمز ملنی اپنی کتاب ''شاہراہِ کشمیر'' (۱۸۷۹ء) میں لکھتا ہے کہ ''افغانوں، آفریدیوں اور کشمیریوں کے ستواں خدوخال ہیں اور اُن کی جلد یہودیوں کے مشابہہ ہے۔'' (ص ۱۳۵)

مسز جے سی مَرے آنسلے (۱۸۷۹ء) کا بھی کہنا ہے کہ ''اُن کے نقوش یقینی طور پر یہودیوں سے مشابہہ ہیں۔'' (''ہمارا ہندوستان، کشمیر اور لداخ کا سفر'' ص ۴۷)

ڈبلیو ویکفیلڈ اپنی تصنیف ''خوشی کی وادی'' (۱۸۷۹ء) میں کشمیریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''اپنے خدوخال میں وہ افغانوں اور یہودیوں سے مشابہہ ہیں۔'' (ص ۹۷)

ای ایف نائیٹ اپنی کتاب ''جہاں تین سلطنتیں ملتی ہیں'' (۱۸۹۳ء) میں کشمیریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہ قبول صورت، دلآویز اور سفید لباس والے باریش افراد بعض اوقات اسپین کے باشندوں سے مشابہہ ہیں اور بعض کے خدوخال یہودیوں کے ہیں۔ اکثر افراد کی مشابہت اِن کے مابین ہے۔ اور اُن کو آئرلینڈ کے

یہودیوں سے مشابہت دی جاسکتی ہے۔" (ص ۴۰)

سر والٹر لارنس نے اپنی کتاب "کشمیر کی وادی" (۱۸۹۵ء) میں لکھا ہے کہ "کشمیریوں کی ناک یہودیوں سے ملتی جلتی ہے اور وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ واضح طور پر عبرانی النسل ہیں۔" (ص ۳۱۸)

سر فرانسیس ینگ ہسبینڈ جو کئی برس کشمیر میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ریذیڈنٹ رہا اپنی کتاب 'کشمیر' میں لکھتا ہے:

> "یہاں آنے والا کشمیری عورتوں کی غیر معمولی خوب صورتی سے متاثر ہوتا ہے۔ اُن کے نقوش قابلِ ذکر ہیں۔ سیاہ لمبی آنکھیں، ابرو اور خدوخال یہودیوں سے مشابہہ ہیں ...... ہمیں یہاں اُن سربراہوں کی جھلک بھی ملتی ہے جن کو ہم قدیم اسرائیلی سربراہوں میں تصور کرسکتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ اسرائیل کے گم شدہ قبیلوں میں سے ہیں۔ مجھے اُن میں بائبل کے افراد کا یقین گزرتا ہے۔ اور خاص طور پر اُن افراد میں جو دُور پہاڑوں پر رہتے ہیں۔ اُن میں اسرائیلی چرواہوں کو اپنے گلے کی نگہبانی کرتے ہوئے عموماً دیکھا جاسکتا ہے۔" (ص ص ۱۰۷، ۱۱۲)

سکاٹ او کونر "کشمیر کی دلکشی" (۱۹۲۰ء) میں لکھتا ہے کہ "کشمیری پنڈتوں کو دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ جیسے وہ جرمن بائبل میں سے لی گئی کوئی تصویر ہے۔" (ص ۱۸)

سی ای ٹنڈیل بسکو، ایک عیسائی مشنری جو کئی برس کشمیر میں رہا۔ اس امر سے اتفاق کرتا ہے کہ "کشمیریوں کا تعلق اسرائیل کے دس گم شدہ قبائل میں سے ہے۔ اُن کے نقوش یہودیوں سے مشابہہ ہیں۔ روپے کی لگن اور اپنے ہمسائے پر فوقیت حاصل کرنے کی خواہش بھی یہودیوں کی مانند ہے۔" ("کشمیر دھوپ اور چھاؤں میں" ص ۱۵۳)

جان نویل نے نیویارک کے "ایشیا میگزین" (۱۹۳۰) میں اپنے شائع شدہ مضمون "کشمیر کی برف پوش جنتی چوٹیاں" میں لکھا ہے:

''یہ کشادہ چھاتی والے انتہائی مضبوط کشمیری کسان نرم مرنجاں مرنج طبع کے ہیں۔ ایک شئے اُن میں بہت نمایاں ہے۔ وہ ہر اعتبار سے عام یہودیوں کے مقابلے میں اصل یہودی دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ لمبا چوغہ پہنتے ہیں جو بائبل کی تصویروں میں نظر آتا ہے بلکہ اس لئے بھی کہ اُن کے خدوخال یہودیوں سے مشابہہ ہیں۔ اور یہ محض اتفاق نہیں ہے یہ اُن کے ہاں روایت ہے کہ اُن کا یہودیوں کے ساتھ رشتہ ہے۔'' (ایشیا میگزین، نیویارک، اکتوبر ۱۹۳۰)

وی رنگا چاریہ اپنی کتاب ''مسلمانوں سے قبل ہندوستان کی تاریخ ''جو ۲ جلدوں میں شائع ہوئی (۱۹۳۷ء) میں ہندوستان کے قدیم قبیلوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے'' کہ کشمیر کے باشندوں کے نقوش صوبہ سرحد کے افراد اور کشتواڑ کے رہنے والے یہودی خدوخال سے مشابہہ ہیں۔ (جلد ۱ ص ۳۶۷)

مغربی اور مشرقی مصنّفین کے مشاہدات سے ایک ہی نوع کے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ تاہم ایسے شواہد بھی ہیں جو اِن نتائج کی تائید کرتے ہیں۔ تاریخ کے جائزے سے علم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں بھی لوگوں نے نقل مکانی کی وہ اپنے ساتھ پرانے وطن کے علاقوں اور آبا و اجداد کے نام بھی ہمراہ لے گئے اور نئے وطن میں اُن کو نیا نام دیا گیا۔ امریکہ میں نیویارک، نیو جرسی اور نیولندن اُن پرانے شہروں کے نام پر رکھے گئے جہاں سے اُن لوگوں نے نقل مکانی کی تھی۔ اور اِن ناموں کو یارک، جرسی اور لندن کی مناسبت سے یاد رکھا گیا، جو جزائر برطانیہ کے شہر ہیں۔ یوں نقل مکانی کرنے والے کی آئندہ اولاد آبائی شہروں کو یاد رکھتی ہے۔ بعض اوقات قبائل کو بھی اُن آبائی ناموں سے منسوب کیا جاتا رہا ہے۔ اور بعض دفعہ بزرگوں اور نامور شخصیتوں کے اسماء پر بھی مقامات کے نام رکھے گئے ہیں۔ زمانہ حال میں ایسی مثالیں بھی بکثرت دیکھی گئی ہیں۔ مثلاً پاکستان میں لارنس پور، کیمبل پور، ایبٹ آباد اور منٹگمری بھی اپنے دور کے نامور حاکموں کے ناموں کی یاد دلاتی ہے۔

ایسا بھی ہوا ہے کہ قبیلے بھی مشہور اجداد کے ناموں سے پکارے گئے ہیں۔ اِن ناموں کی نسبت سے اُن کے نقل مکانی کا پرانا رشتہ بھی نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن یہ مفروضات اُس وقت تک تسلیم نہیں کئے جاسکتے جب تک اُن کے بارے میں شہادتیں دکھائی نہ دیں۔ اِس سلسلے میں باہمی تجارت، فاتح اقوام کی آبادکاری اور حکمرانوں کا قیام بھی ایسے شواہد ہیں جن میں مقامات کے ناموں کو منسوب کیا گیا ہے۔تاہم کشمیر اور افغانستان میں متعدد مقامات اور قبائل کے نام ایسے ہیں جن کا پرانے عہدنامے میں ذکر موجود ہے۔ اِس ضمن میں کشمیر اور فلسطین کے مابین تجارتی تعلقات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ بھی محل نظر ہے کہ اسرائیلی اِن علاقوں میں شاید فاتح آبادکاروں کے طور پر وارد نہیں ہوئے تھے۔ اس بارے میں تاریخ بہت کم مددگار ثابت ہوتی ہے۔ تاہم پرانے اسرائیلی نام اور فلسطین کے شہروں اور علاقوں کے نام ایسے ہیں جن کی مشابہت بتاتی ہے کہ نقل مکانی کے باعث اِن مقامات کے نام رکھے گئے تھے۔

بعض ناموں کی یکسانیت کو دکھانے کیلئے چند ناموں کا ذکر ضروری ہے۔

کشمیر

قبیلے، ذاتیں اور گوت	بائبل میں دیا گیا نام	حوالہ
(م سے مسلمان، گ سے کشمیری گجر، پ سے کشمیری پنڈت)		
عبری (م)	عبری	۱-تواریخ ۲۴:۲۷
اکوان (پ)	عکن (عبرانی اخون)	یشوع ۷:۱
عامل (م)	عمل	۱-تواریخ ۷:۳۵
اسال (پ)	عساہیل	۲-تواریخ ۱۷:۸
آشریا (گ)	آشر	پیدائش ۳۰:۱۳
اتل (پ)	عتل (عبرانی: سیاہ فام)	

عتال (م)	عتی	۱-تواریخ ۱۱:۱۲
آزری (م)	عزرئیل	۱-تواریخ ۲۴:۵
بل (م)	بعل	۱-تواریخ ۵:۵
بالا (گ)	بیلہ (بالع)	۱-تواریخ ۶:۷
بیلو (م-گ)	بیلہ (بالع)	۱-تواریخ ۶:۷
باکرو (پ)	بوکرو (عبرانی: بخیرو)	۱-تواریخ ۳۸:۸
بکتو (پ)	بکا	زبور ۶:۸۴
بالاہ (گ)	بالاہ	یشوع ۳:۱۹
بنیا (گ)	بعنہ	۱-تواریخ ۳۰:۱۱
(بیرہ م-گ) بارُو (گ)	بیرَہ	۱-تواریخ ۶:۵
برہ (م+پ)	بیرَہ	ایضاً
بسایا (گ)	بسیہ (عبرانی بعسیاہ)	۱-تواریخ ۴۰:۶
بیروتھ (پ)	بیروت	۲-سموئیل ۲:۴
بتیاہ (پ)	بطاہ	۲-سموئیل ۸:۸
بلگائی (گ)	بلجہ	نحمیاہ ۵:۱۲
بوحانہ (م)	بوہن	یشوع ۶:۱۵
بوئیر (م+پ)	بوئر	
بٹ (اس سے مراد گوت بت کاشو ہے) (گ-م-پ)		۱-سلاطین ۲۶:۷
کالیب (پ) ڈنڈ (م)	کالب	۱-تواریخ ۱۸:۲
ڈنڈ (پ)	دن	۱-تواریخ ۲:۲
ڈانگر (م)	دن	ایضاً
ڈار (م)	دور	۱-سلاطین ۱۱:۴

دھر (گ)	دَور	۱-سلاطین ۴:۱۱
دارکو (پ)	دَور	ایضاً
درا (م)	دارع	۱-تواریخ ۲:۶
دُتو (پ)	داتن	گنتی ۱۶:۱
دَم (م)	دُومہ	۱-تواریخ ۱:۳۱
گبہ (م)	جَبی (عبرانی: جبع)	نحمیاہ ۱۱:۸
گادر (پ)	جدور	۱-تواریخ ۴:۴
گد (م)	جَد	۱-تواریخ ۲:۲
گدی (م)	جدی	گنتی ۱۳:۱۱
(گاگر) گگر (م+پ)	جرار	۲-تواریخ ۱۴:۱۳
گنائی (م)/ گنی (م)	جُونی	۱-تواریخ ۷:۱۳
گاریب (م+پ)	جریب (عبرانی: غریبھ)	۱-تواریخ ۱۱:۴۰
گومر (م+پ)	جُمر	پیدائش ۱۰:۲
گنزو (پ)	جنتُو	نحمیاہ ۱۲:۴
گندو (پ)	جمسُو	۲-تواریخ ۲۸:۱۸
حاپت (م)	خطیفا	نحمیاہ ۷:۵۶
حقاق (م)	حقُوق	۱-تواریخ ۶:۷۵
اِقاش (پ)	عِقیس	۱-تواریخ ۱۱:۲۸
عشائی (م)	اِسوی	۱-سموئیل ۱۴:۴۹
اسرائیل (گ)	اسرائیل	پیدائش ۳۲:۲۸
گجروں کا مقبول عام نام ہے)		
کہن ماسُو (پ)	کاہنہ (عبرانی: قاناہ)	یشوع ۱۹:۲۸
(راہبوں کا طبقہ ہے۔)		

کاناہ (پ)- (ریواری میں راہبوں کا گھرانہ۔)		یشوع ۱۹:۲۸
کاک (پ)، کال کُل (پ)	کلکُول	۱-تواریخ ۲:۶
کناز (پ)، کنزرو (پ)	قنز	قضاۃ ۳:۹
کنجوت (م)	رگرجاۃ	یشوع ۱۸:۲۸
کر (م+پ)	قریح	۲-سلاطین ۲۵:۲۳
کرّہ	قورح	گنتی ۲۶:۹
کاتجو (پ)	کُوت	۲-سلاطین ۱۷:۳۰
کول (پ)	قول	یسعیاہ ۳:۱۸
کاڈو (م+پ)	کودہ	اعمال ۲۷:۱۶
کڈوا (گ) (جزیرے کا نام)	ایضاً	ایضاً
خڈو (پ)	ایضاً	ایضاً
کچلو (م+پ)	رکتلیس	یشوع ۱۵:۴۰
کوترو (پ)	قطورا	پیدائش ۲۵:۴
کُش (پ)	(قبیلہ بٹ کی گوت)	
لڈوُ (م)	لُود	۱-تواریخ ۱:۱۷
لاوی (م)، لیوے (گ)	لیوی	۱-تواریخ ۲:۱
لبیاں (م)	لبانہ	نحمیاہ ۷:۴۸
ماگری (م)، منگری (م)	میگور	یرمیاہ ۲۲:۳
ماگر (گ)	ایضاً	ایضاً
مہلو (م)	محلی	خروج ۶:۱۹
مائیکری (م)	مکیر	یشوع ۱۷:۱

ملا (م)، مَولا (گ)	مليح	یشوع ۱۳:۱۵
مَلک (م+پ+گ)	مُلوک	۱-تواریخ ۴۴:۶
ماتری (پ)	مِطری	۱-سیموئیل ۲۱:۱۰
مر (م)، مریش (گ)	برس	آستر ۱۴:۱
میر (م)،	اَمُور	یشوع ۴:۱۳
مسہ (م)، مہسہ (م)	میتّہ	خروج ۷:۱۷
مہسی (گ)	ایضاً	ایضاً
مِنٹو (م)	منیت	قضاۃ ۳۳:۱۱

مِصری (پ) (قیاس ہے کہ یہ قبیلہ بھی مصر سے خروج کر کے نکلا تھا۔)

موزا (پ)	موضا	۱-تواریخ ۳۶:۸
مُشران (م+پ)	موشی	۱-تواریخ ۱۹:۶
ماتھو (پ)، متّو (پ)	متات	لوقا ۲۹:۳
ماتھن (گ)	ایضاً	ایضاً
موسیٰ	موسیٰ	ایضاً
نائیک (م)، نائیکو (م)	نِکوہ	۲-سلاطین ۲۹:۲۳
نہرو (پ)	نحُور	۱-تواریخ ۲۶:۱
نفوذو (پ)	نفُج	۱-تواریخ ۷:۳
اُوپل (م+پ)، اُپل (م+پ)	عوفل	۲-تواریخ ۳:۲۷
اُوگر (پ)، اُوگرے (م)	عوج	استثنا ۳:۳
پدے (پ)	فدُون	نحمیاہ ۴۷:۷
پدھر (م+پ)	ایضاً	ایضاً
پودھ (گ)	ایضاً	ایضاً
پارے (م)	پائیر	۱-سلاطین ۱۷:۴

پھلو (پ)	فلّو	پیدائش ۴۶:۹
پاؤ (پ)	فوّہ	۱-تواریخ ۷:۱
پُوت (پ)	فوط	۱-تواریخ ۱:۸
رینہ (پ)	رنّہ	۱-تواریخ ۴:۲۰
رپھو (پ)	رفُو	گنتی ۱۳:۹
راتھر (م)	رتمہ/راتما	گنتی ۳۳:۱۸
رزدوں (پ)	رزون	۱-سلاطین ۱۱:۲۳
ریشو (م+پ)	ریسا	لوقا ۳:۲۷
ریش (م+پ)	ایضاً	ایضاً
ریشی (م+پ)	ایضاً	ایضاً
ریو (پ)، ریو وال (گ)	رعُو	پیدائش ۱۱:۱۸
ریئوال (پ)	رعوایل	گنتی ۲:۱۴
سچو (پ)	سیکو	۱-سموئیل ۱۹:۲۲
سام (گ)	سم	پیدائش ۵:۳۲
سپرو (پ)، سپرا (گ)	سَفیر	میکاہ ۱:۱۱
سہہ (پ)	ضیحا/سیغا	نحمیاہ ۷:۴۶،عزرا ۲:۴۳،۴۴
شامیری (م)	سَمیر	۱-تواریخ ۲۴:۲۴
شال (م)	ساؤل	۱-تواریخ ۴:۲۴
شوی (م)	سوی	پیدائش ۱۴:۱۷
شورا (م)	سراہ	۱-تواریخ ۷:۲۴
شواہ (پ)	سُوخہ	۱-تواریخ ۴:۱۱
سلیمانیہ (گ)	سلیمان	۱-سلاطین ۴:۳۰
تمر (گ)	تمر	۲-سیموئیل ۱۳:۲

تیلاہ (م)	تلاح	۱-تواریخ ۷:۲۵
تھبل (پ)	توبل/تُوبل	پیدائش ۱۰:۲/۱-تواریخ ۱:۵
تھپل (پ)	طوفل	استثنا ۱:۱
ٹِکوُ (پ)	تقوع	۱-تواریخ ۲:۲۴
ٹوہ (پ)	توعُو/توحو	۱-تواریخ ۹:۱۸/۱-سموئیل ۱:۱
ٹولا (پ)	تولع	۱-تواریخ ۷:۱
وِپھا (پ)	وُفسی	گنتی ۱۳:۱۴
یادو (گ+م)	یحدُو	۱-تواریخ ۵:۱۴
وائیں (م)/وانی (م)	ونیاہ	عزرا ۱۰:۳۶
زادُو (پ)	صدُوق	۱-تواریخ ۲۴:۳
زارتن (پ)	ضرتان	یشوع ۳:۱۶
زارُو (پ)	زارح	پیدایش ۴۶:۱۲
زاتُو (پ)	زتُو	عزرا ۱۰:۲۷
زیبو (پ)	زِبَح	قضاۃ ۸:۱۰

افغانستان، بخارا، صوبہ سرحد (پاکستان) اور سوات وغیرہ

قبیلہ	بائبل میں دیا ہوا نام	حوالہ
آجہ	آیہ	پیدایش ۳۶:۲۴
عکہ زئی	اخیہ	۱-کرنتھیوں ۱۶:۱۵
اما زئی	اَمَہ	۲-سیموئیل ۲:۲۴
امون زئی	اَمون	۱-سلاطین ۲۲:۲۶
آوا زئی	عَوّا	۲-سلاطین ۱۷:۲۴
ایوب خیل/ایوب زئی	ایّوب	ایوب ۱:۱

عزیئیل خیل	عزیئیل	۱-تواریخ ۲۰:۱۵
عازوری	عازور	متی ۱۳:۱
بُو زئی	بئی	عزرا ۱۱:۲
باجور	بزق	۱-سموئیل ۸:۱۱
باراق زئی	برق	قضاۃ ۶:۴
بیرق زئی	بزق	۱-سموئیل ۸:۱۱
بیرُوزئی	بیرَہ	۱-تواریخ ۶:۵
داوٗد خیل/ داوٗد زئی	داوٗد	۱-سموئیل ۱۳:۱۶
گادھہ	گادھ	۱-تواریخ ۱:۲
عزنی	غزہ	یشوع ۳:۱۳
حمور خیل	حمور	پیدائش ۱۹:۳۳
ہارون خیل	ہارون	خروج ۱۴:۴
حوتی وال	حِتی	قضاۃ ۵:۳
ابراہیم خیل/ ابراہیم زئی	ابراہیم	پیدائش ۵:۱۷
عیسیٰ خیل/عیسیٰ زئی	یسوع (عیسیٰ)	متی ۲۱:۱
الیاس خیل	الیاس (ایلیاہ)	۱-سلاطین ۱:۱۷
اسحاق خیل	اسحاق (اصفحاق)	پیدائش ۱۹:۱۷
کادا، خدوخیل	کودہ	اعمال ۱۶:۲۷
قرق/کرک زئی	قرقع	یشوع ۳:۱۵
مَلاَک	ملُوک	۱-تواریخ ۴۴:۶
مَلِہی/ مالع زئی	ملیح / مالع	یشوع ۳:۱۵
میکری خیل	مکیر	۱-تواریخ ۱۴:۷
مانوزئی	مانوتھئی	۱-تواریخ ۴۰:۴

متردو	مَطہری	ا-سموئیل ۱۰:۲۱
مریدزئی	مرد	ا-تواریخ ۴:۱۷
میلوزئی	مِلّو	۲-سموئیل ۵:۹
موسیٰ خیل	موسیٰ	خروج ۲:۱۰
مریم خیل	مریم (عبرانی مریان)	متی ۱:۱۶
محبّ وال	موآب	پیدایش ۱۹:۳۷
نداب زئی	ندب	ا-تواریخ ۶:۳
ناصری/نصاری	ناصرۃ	متی ۲:۲۳
(بختاریوں کی ایک شاخ)		
شاموخیل/شاموزئی/اسم خیل	سام/سم	پیدائش ۵:۳۲
شاہوی خیل	ابیشے	۲-سموئیل ۱۸:۶
سُوری	سُور	خروج ۱۵:۲۲
سلیمان خیل/سلیمان زئی	سلیمان	ا-سلاطین ۱۱:۳۱
تیکوزئی	تیکوہ/تقوع	ا-تواریخ ۲:۲۴
یحییٰ خیل	یحییٰ (عبرانی یوحنا)	لوقا ۱:۱۳
یعقوب خیل/یعقوب زئی	یعقوب	پیدائش ۲۵:۲۶
یونس خیل	یوناہ	یوناہ ۱:۱
یوسف زئی	یوسف	پیدائش ۳۰:۲۴
زُبدی	زبد	ا-تواریخ ۷:۲۱
زکا خیل	زکی	عزرا ۲:۹
زکریا خیل	زکریاہ	زکریاہ ۱:۱
زازی	زازا	ا-تواریخ ۲:۳۳

بلتستان، گلگت، لداخ، پامیر، تبت اور ملحقہ علاقے

قبیلے	بائبل میں دیا ہوا نام	حوالہ
اچن	عکن	یشوع ۷:۱
اہیر	اِحیر	۱-تواریخ ۷:۱۲
الیاہی	علیاہ	۱-تواریخ ۱:۵۱
بیضانی	بدان	۱-تواریخ ۷:۱۷
دارد	دارع	۱-تواریخ ۲:۶
دور	دَور	۱-سلاطین ۴:۱۱
گبور	جبر	۱-سلاطین ۴:۱۹
لکری	لِقحی	۱-تواریخ ۷:۱۹
ماخری	مِکیر	۱-تواریخ ۷:۱۴
اُشمر	اِسماعیاہ	۱-تواریخ ۲۷:۱۹
ریسپیاں	رِسف	۱-تواریخ ۷:۲۵
رکما	رقم	۱-تواریخ ۷:۱۶
رضائی	رضیاہ	۱-تواریخ ۷:۳۹
سرید	سرد	گنتی ۲۶:۲۶
شراضیو ر	شراضر	زکریاہ ۷:۲
شواشکی	شاشق/شوشی	۱-تواریخ ۸:۱۴
یُودے	یہوداہ	۱-تواریخ ۲:۱
زوآری	ضغر	گنتی ۱۰:۱۵
زربادی	زُبد/زبدی	۱-تواریخ ۷:۲۱/ یشوع ۷:۱
زربادی	زبدی	یشوع ۷:۱

کشمیر اور ملحقہ ریاستیں

مقامات کا نام	بائبل میں دیا ہوا نام	حوالہ
اَچھ بل (اننت ناگ)	اشبل	پیدائش ۲۱:۴۶
اَچھ حامی (پلواما/سرینگر)	ایضاً	ایضاً
اچھ کوٹ (بارہ مولا)/اَچھ	ایضاً	ایضاً
نمبل (اننت ناگ)	ایضاً	ایضاً
اَچھ پور (ہنڈواڑہ)	ایضاً	ایضاً
آگرہ (کلگام)	اجُور	امثال ۱:۳۰
اَجاس (سری نگر)	آیہ	پیدائش ۲۴:۳۶
الوان (ہندواڑہ)	اونام	۱-تواریخ ۲۶:۲
عمانوہ (کلگام)	امون	۱-سلاطین۲۶:۲۲
عمانوں (اننت ناگ)	ایضاً	ایضاً
آماریہ (سرینگر)	امرہ یاہ	۱-تواریخ ۱۹:۲۳
انرواں (سرینگر)	عانیر	۱-تواریخ ۷۰:۶
آراگام (اننت ناگ)	ارا	۱-تواریخ ۳۸:۷
آراگنڑ و (کلگام)	ایضاً	ایضاً
آرا مُلات (کلگام)	ایضاً	ایضاً
آراح بل (کلگام)	ارخ	۱-تواریخ ۳۹:۷
اَرچ (سری نگر)	ارکی	یشوع ۲:۱۶
ارور (ارنتی پورہ)	عروعیر	یشوع ۲:۱۲
اَرُو (اننت ناگ/ہندواڑہ)	ایضاً	ایضاً
اَسم (مظفر آباد)	اسیما	۲-سلاطین ۳۰:۱۷

آشم (سری نگر)	ایضاً	ایضاً
اَسُو (اننت ناگ)	اَشُور	۱-تواریخ ۲:۲۴
استور (کلگام / گلگت)	عستارات	۱-سلاطین ۱۱:۵
اَوند (اننت ناگ)	آوِن	عاموس ۱:۵
ببیل (اننت ناگ)	بابل	پیدائش ۱۱:۹
بیہان (کلگام)	بوہن	یشوع ۱۵:۶
بل پورہ (اونتی پور)	بعل فعور	گنتی ۲۵:۳
بمان (ہندواڑہ)	باماہ	حزقی ایل ۲۰:۲۹
بنی روت (کلگام) قبیلہ	روت	روت ۲:۲
برزیلا (کلگام/سرینگر)	برزلی/ برزیلائی	۲-سیموئیل ۱۷:۲۷
بن حما (بارہ مولہ اور ہندواڑہ)	حام کا قبیلہ	پیدائش ۹:۱۸
بیرات (اننت ناگ)	بریعہ	۱-تواریخ ۷:۲۳
بیہت پور (ہندواڑہ)	بیت فغور	استثنا ۳۴:۶
بیار (اُڑی)	بعُور	پیدائش ۳۶:۳۲
برصُو (اوانتی پور اور سرینگر)	برشع	پیدائش ۱۴:۲
بونہ (بارہ مولہ)	بعنہ	نحمیاہ ۳:۴
دن سوک (کلگام)	دان	۱-تواریخ ۲:۱
ڈورو (اننت ناگ اور گلگت)	دور	۱-سلاطین ۴:۱۱
گدابارہ (سرینگر)	گدکا بازار/ جد	۱-تواریخ ۲:۱
گوچن (اننت ناگ)	جشن	یشوع ۱۱:۱۶

ہارا موک (اننت ناگ)	ہارہ	۱-تواریخ ۵:۲۶
حاروان (سرینگر میں ایک جھیل)	حاران (کنواں)	۲-سلاطین ۱۹:۱۲
ہوسیا (اننت ناگ)	ہوسیع	ہوسیع ۱:۱
کہان (اوانتی پور)	قاناہ	یشوع ۱۹:۲۸
کلکول (کلگام)	کِلکول	۱-تواریخ ۲:۶
کیران (کرناہ)	کران	۱-تواریخ ۱:۴۱
کرگام (کلگام)	کیر	عاموس ۹:۷
کیروت (کلگام)	قریت	یشوع ۱۸:۲۸
کاشو (کلگام)	کوش	پیدائش ۱۰:۶
کاشی (کشتواڑ۔صوبہ جموں)	ایضاً	ایضاً
کشتواڑ: (کلگام/صوبہ جموں کا ایک ضلع)	ایضاً	ایضاً
کوہَ ہما (ہندواڑہ)	کوہِ حام	پیدائش ۱۰:۱
کوہِ ماران: (ہری پربت، سرینگر)	مارہ/ ماران آتھا	روت ۱:۲۰
لشرُ ون (سرینگر)	لشرُ ون	یشوع ۱۲:۱۸
لاوی پورہ (ہندواڑہ)	لیوی	۱-تواریخ ۲:۱
لِدّھر (اننت ناگ)	لُودبار	۲-سموئیل ۹:۴
لودھرو (اوانتی پور)	ایضاً	ایضاً
لدھن (پلوانہ)	لدّہ	اعمال ۹:۳۲
مہورہ	مَحیر	۱-تواریخ ۴:۱۱
مامری (سری نگر)	ممرے	پیدائش ۱۴:۱۳

متن (اننت ناگ)	متان	۲-سلاطین ۱۱:۱۸
مدین پورہ (کلگام)	مِدیان	۱-تواریخ ۱:۴۶
مزار گام (اننت پورہ)	مَزار	زبور ۲۲:۶
نبو بال (ہندواڑہ)	کوہ نبو	استثنا ۳۴:۱
نابزؤ (ہندواڑہ)	نباض	گنتی ۲۲:۴۰
نائین وا (اوانتی پور)، (اننت ناگ)	نین/نینوا	لوقا ۲۱:۴۰/پیدائش ۱۰:۱۱
نیکانور پورہ (کلگام)	نیکانُور	اعمال ۶:۵
پارُو (اننت ناگ)	فرُوح	۱-سلاطین ۴:۱۷
پٹن (بارہ مولہ)	پادان	نحمیاہ ۷:۴۷
پیراہ (صوبہ جموں)	فارہ	یشوع ۱۸:۲۳
پھلوہ (کلگام)	فلّو	پیدائش ۴۶:۹
پھلگام (اننت ناگ)	فلِگون	رومیوں ۱۶:۱۴
پونچھ	فینکے	اعمال ۱۱:۱۹
رے (کلگام)	ریعی	۱-سلاطین ۱:۸
رسِی پورا (وانتی پور)	ریتہ	گنتی ۳۳:۲۱
شوپیاں (کلگام)	سُوفام/شوفان	گنتی ۲۶:۳۹ و ۳۲:۲۱
سوپُور (ہندواڑہ)	سافر	گنتی ۳۳:۲۳
سُکیت	سکّات	پیدائش ۳۳:۱۷
سُورو (نزد بھوان)	شور	پیدائش ۱۶:۷
تہاران (کلگام)	تحن/تحریع	گنتی ۲۶:۳۵/۱-تواریخ ۹:۴۱
تخت سلیمان (سرینگر)	سلیمان	۱-سلاطین ۴:۳۰
ترِیلو (اوانتی پور)	ترالہ	یشوع ۱۸:۲۷

تمن کوٹ (ہندواڑہ)	تیمان	یرمیاہ ۴۹:۷
تیکرؤ (اوانتی پور)	تقُوع	۱-تواریخ ۲:۲۴
تیماپورہ	تیما	پیدائش ۲۵:۱۵
تریچ (اُڑی)	ترش	آستر ۲:۲۱
اُڑی	اوری	خروج ۳۱:۲
یوز میدان (کلگام)		
یوز مرگ (ہندواڑہ)	یسوع	
یوزو ناگ (کلگام)	(یہ مقامات یسوع سے منسوب	
یوز پارہ (کلگام)	ہیں کیونکہ وہ دو مرتبہ کشمیر گئے	
	اور وہیں فوت ہوئے)	
زیلُو (اوانتی پورہ)	ضِلع	یشوع ۱۸:۲۸

افغانستان، صوبہ سرحد مع سوات اور ملحقہ علاقہ جات

مقامات کا نام	بائبل میں دیا ہوا نام	حوالہ
اگورور (ہزارہ، سوات)	اجور	امثال ۳۰:۱
اسریت (صوبہ سرحد)	عتسارات	۱-سلاطین ۱۱:۵
باجور (صوبہ سرحد)	بسُور	۱-سموئیل ۳۰:۹
بورہ وائی (صوبہ سرحد)	بعور	پیدائش ۳۶:۳۲
چراٹ (صوبہ سرحد)	کریت	۱-سلاطین ۱۷:۳
چلاس (صوبہ سرحد)	سیلاس	اعمال ۱۵:۲۲/۱-کرنتھیوں ۱:۱۱
ڈوبیر (سوات)	دبیر	یشوع ۲۱:۱۵
دور (ضلع ہزارہ کا ایک دریا)	دور	۱-سلاطین ۴:۱۱

غزنی (افغانستان)	غزّہ	پیدائش ۱۰:۱۹
گور (افغانستان)	جُور	۲-سلاطین ۹:۲۷
گورنائی (سوات)	ایضاً	ایضاً
ہزارہ (صوبہ سرحد)	حصیرات	گنتی ۱۲:۱۶
حویلیاں (صوبہ سرحد)	حویلہ	پیدائش ۲۵:۱۸
ہرات (افغانستان)	ہارہ / حیرہ	۱-تواریخ ۵:۲۶،
		پیدائش ۳۸:۱
حائیل (ضلع ہزارہ کی حد)	حائیل / حی ایل	۱-سلاطین ۱۶:۳۴
علائی	" عیلی	۱-تواریخ ۱۱:۲۹
جلالہ (صوبہ سرحد)	گلیلی	متی ۳:۱۳
جمرود (صوبہ سرحد)	یرمُوت	یشوع ۲۱:۲۹
جرید	یارد	پیدائش ۵:۱۵
(وادی کاغان، صوبہ سرحد)		
کابل (افغانستان)	کابل	یشوع ۸:۱۰
کیدون (سوات)	کدرون	یشوع ۸:۲۷
قراقرم (صوبہ سرحد)	قراقور	قضاۃ ۱۹:۲۷
خیبر (صوبہ سرحد)	کبار	حزقی ایل ۱:۱
کوہالہ (صوبہ سرحد)	قولایاہ	نحمیاہ ۱۱:۷
کوہاٹ (صوبہ سرحد)	قہات	یشوع ۲۱:۵
کوہِ سلیمان (افغانستان)	سلیمان	۱-سلاطین ۴:۱
کولالی (سوات)	قلی	نحمیاہ ۱۲:۲۰
مانسہرہ (صوبہ سرحد)	موسیر / موسیرہ	گنتی ۳۳:۳۱ / استثنا ۱۰:۶
موسیٰ کائی (صوبہ سرحد)	موسیٰ	خروج ۲:۱۰

نکائیہ (افغانستان) (جلالہ آباد کا یونانیوں کے حملہ کے وقت قدیم نام)	نِکوہ	۲-سلاطین ۲۳:۲۹
پاخور (صوبہ سرحد) (موجودہ پشاور)	پشور (عبرانی پخور)	عزرا ۲:۳۸
سدوم (ضلع مردان، صوبہ سرحد)	سدوم	استثنا ۲۹:۲۳
سمرقند	سامریہ	۱-سلاطین ۱۶:۲۹
شمبالہ (بالائی شام)	وزیرستان (صوبہ سرحد)	
شمین (زیریں شام)	شام	
شوآل (ضلع ہزارہ، صوبہ سرحد)	ساؤل	۱-سلاطین ۴:۲۴
تیراہ (صوبہ سرحد)	تارح	پیدائش ۱۱:۲۴
تورو (صوبہ سرحد)	تائیر	۲-سموئیل ۵:۱۱
تکال، پشاور کے نزدیک (صوبہ سرحد)	تقیل	دانیال ۵:۲۷
زیدہ (صوبہ سرحد)	صیدا/زیدوں	قضاۃ ۱۷:۲۸، یرمیاہ ۴۷:۴

بلتستان، گلگت، لداخ، پامیر، تبت اور ملحقہ علاقہ جات

مقامات کا نام	بائبل میں دیا ہوا نام	حوالہ
الت شور (پامیر)	الوث/اَیلہ	۱-سلاطین ۴:۱۶
ایلاش (پامیر)	الوس	گنتی ۳۳:۱۳
اسطور (دردستان)	عستارات	۱-سلاطین ۱۱:۵

بابیل (گلگت)	بابل	پیدائش ۱۱:۹
بلتال (لداخ)	بتول	یشوع ۱۹:۵
برزیلہ	برزلی	۲-سموئیل ۱۷:۲۷
بوسیکا (لداخ)	بوزکاک	یشوع ۲۱:۳۹
بُوشن (پامیر)	بسن	استثنا ۳:۱
بُوتال (بلتستان)	بثال	پیدائش ۱۲:۸
دروستان	دروا	۱-تواریخ ۲:۶
دوتان (بلتستان)	داتن	گنتی ۲۶:۹
گلگت	جَلجال	یشوع ۴:۱۹
گلگاتہ (مقامی نام)	گلگتا	متی ۲۷:۳۳
گُرایی (گلگت)	جُور	۲-سلاطین ۹:۲۷
گُوانہ (لداخ)	جوزان	۲-سلاطین ۱۹:۱۲
ہائیت (پامیر)	عی	پیدائش ۱۲:۸
حادَتہ (پامیر)	حادید	عزرا ۲:۳۳
ہاسورہ (یارقند)	حصور	یشوع ۱۵:۲۳
حسُور (لداخ)	"	"
حَمص (لداخ)	حماس	۱-تواریخ ۱۸:۹
ہُوایل (لداخ)	حی ایل	۱-سلاطین ۱۶:۳۴
جیہیال (گلگت)	تحیئیل	۱-تواریخ ۱۵:۲۰
جیہی/جوری	لداخ کے دریا حُصار کے کنارے آباد گاؤں	
کریوث (لداخ)	کریوث	یشوع ۱۸:۲۸
کیفیز (پامیر)	قصیص	یشوع ۱۸:۲۱

لداخ	لداخ	۱-تواریخ ۴:۲۱
لاسہ (تبت)	لسع	پیدائش ۱۰:۱۹
	لیس	قضاۃ ۱۸:۱۴
لیہہ (لداخ)	لیاہ	پیدائش ۲۹:۱۷
ایضاً	لحی	قضاۃ ۱۵:۹
لائیکر (تبت)	لِقحی	۱-تواریخ ۷:۱۹
لوتسن (پامیر)	لوطان	۱-تواریخ ۱:۳۹
میلیچی (پامیر)	ملاکی	ملاکی ۱:۱
مِنہ (تبت)	مینوئی	یرمیاہ ۲:۲۷
منات (سکردو)	منیت	حزقی ایل ۲۷:۱۷
موسہرا (زینسکار)	موسیروت	گنتی ۳۳:۳۱
نیوبا (پامیر)	نوباہ	قضاۃ ۲۰:۴۳
اُودُوی (تبت کا ایک درہ)	عودِد	۲-تواریخ ۱۵:۱
پشن (زینکار ایک دریا)	فیسون (ندی)	پیدائش ۲:۱۱
ربات (پامیر)	رباہ	۲-سموئیل ۱۲:۲۶
ریزین (زنسکار)	ریزن	نحمیاہ ۷:۵۰
ثماریہ	سامریہ	۱-سلاطین ۱۶:۳۲
شمیدہ (پامیر)	سمیدع	گنتی ۲۶:۳۲
تبت	طیبت/طبخت	آستر ۲:۱۶/۱-تواریخ ۱۸:۸
زنوکہ (زنسکار)	زنوح	یشوع ۱۵:۳۴
زوجیلا (ایک درہ بلتستان میں)	ضِلع	یشوع ۱۸:۲۸

مذکورہ بالا نام سرسری طور پر لئے گئے ہیں۔ اِن ناموں کی مدد سے بخوبی ثابت

ہوتا ہے کہ افغان اور کشمیری اُن قبائل کی اولاد میں سے ہیں جن کو اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل کہا جاتا ہے۔ اگر ایسا نتیجہ درست ہے تو یہ امر بھی باور کیا جاسکتا ہے کہ اُن کے رسم و رواج اور عادات بھی صدیوں کے گزر جانے کے بعد بھی برابر مشترک ہوں گے۔ گو اُن میں تغیر بھی واقع ہوا ہوگا۔ اِس ضمن میں اسرائیلیوں، افغانوں اور کشمیریوں کے نمایاں رسومات کا موازنہ بھی قابلِ ذکر ہے جس کو ذیل میں باقاعدہ طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اسرائیلی	افغان اور کشمیری

I- ولادت

اسرائیلی

(۱) عورت کا بچے کی ولادت کے بعد پاک ہونا شریعت موسوی کیمطابق ضروری ہے جس کا ذکر حضرت موسیٰؑ کے تیسرے صحیفے میں ہے۔ جس کو احبار کہا گیا ہے۔ اس صحیفے کا بارھواں باب قابل ذکر ہے۔ اس کے پندرہویں باب میں مرد اور عورت کے ناپاک ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ پاک ہونے کے لئے ۳۳ دنوں کی مدت بچے کے لئے اور اگر بچی پیدا ہوئی ہو تو ۶۶ دنوں کی میعاد مقرر ہے۔ اس دوران ماں کو پلید اور ناپاک تصور کیا جاتا ہے اور اُس کا بچے/ بچی کے پیدا ہونے کے ساتویں دن کے بعد نہانا ضروری ہے اور اپنے پارچات کا دھونا بھی لازمی ہے۔ اس

افغان اور کشمیری

(۱) افغان اور کشمیری دونوں کے تمام قبائل زچہ کو ناپاک گردانتے ہیں۔ زچہ ساتویں دن غسل کرتی ہے اور اُس کے ناپاک ہونے کا عرصہ ۴۰ دن کا متعین ہے جس میں نومولود کی جنس کی تخصیص نہیں ہے۔ کشمیری پنڈتوں کے ہاں کسی کو زچہ کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اُس گھر میں بھی داخلہ ممنوع ہے اور جو کوئی وہاں جاتا بھی ہے اُس کے لئے وہاں کھانے اور پینے کی مناہی ہے کہ وہ جگہ ناپاک اور پلید سمجھی جاتی ہے۔[۱]

دوران کسی شخص کا اُس کے کمرے میں آنا جانا ممنوع ہے۔ تاہم اگر کوئی کمرے میں گیا بھی ہے اُس کے لئے بھی غسل لازمی ہے اور اپنے کپڑوں کا دھونا ضروری ہے۔ جتنی بار وہ زچہ کے کمرے میں جائے اتنی ہی دفعہ غسل اور کپڑوں کا دھونا ضروری ہے۔

(۲) اس دوران (جب عورت ابھی پاک نہیں ہوئی ہے) بچے/بچی کو سفید کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے جس پر ایک ڈوری باندھی جاتی ہے۔

(۲) افغان اب بھی اس رسم کو زیادہ عرصے تک برقرار رکھتے ہیں۔ اس رسم کو گندخ کہا جاتا ہے۔ کشمیریوں کے ہاں سوائے اونچے طبقے والوں کے، اس کا رواج اب نہیں ہے۔

(۳) بچے کا ختنہ یہودیوں کے ہاں ایک لازمی رسم ہے۔ (احبار ۱۲:۳)

(۳) مسلمانوں کے ہاں اس کا مذہبی طور پر رواج ہے لیکن افغانوں اور کشمیریوں میں ظہور اسلام سے قبل اس کا رواج تھا۔[۲] تاہم بعض کشمیری پنڈتوں کے ہاں اس کا اب بھی رواج ہے۔

(۴) یہودی، افغان اور کشمیری ساتویں دن نومولود بچے کا سر مونڈھ دیتے ہیں اور سر پر سے بال اتارتے ہیں۔

II- شادی بیاہ

(۱) یہودیوں کے مانند، افغان اور کشمیری بھی، قبولِ اسلام سے قبل، نکاح نامہ تحریر کرتے تھے۔ کشمیری پنڈت بھی نکاح نامہ تحریر کرتے ہیں۔

(۲) ابتدا میں اسرائیلیوں اور افغانوں اور کشمیریوں کے ہاں شادی اور منگنی کے

درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ ہونے والے میاں بیوی کے درمیان ملنے جلنے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ اسے افغانوں کے ہاں چنگل بازی کہا جاتا تھا جو لفظ چنگلہ سے مشتق ہے جس کا مطلب منگیتر لڑکی ہے۔

(۳) دولہا کو خسر کو یا تو نقدی میں یا جنس میں ہونے والی دلہن کے لئے رقم ادا کرنا پڑتی تھی۔ اسے خدمت گذاری کے عوض، معاوضہ کہا جاتا تھا۔ ہونے والے دولہا کو اپنے سسر کے ہاں رہنا پڑتا تھا اور اُس کی خدمت بجا لانا پڑتی تھی جس کے لئے میعاد مقرر کی جاتی تھی۔ اس لئے حضرت یعقوبؑ کو لابن کی سات سال خدمت کرنا پڑی (پیدائش ۳۰:۲۰) اور حضرت موسیٰؑ کو بھی اپنے خسر یترو کی خدمت گذاری کرنا پڑی تھی۔ (خروج ۲:۲۱ و ۳:۱)

(۳) افغان اور کشمیری خسر اب بھی بعض خاندانوں میں ہونے والے داماد سے نقدی یا جنس کی شکل میں رقم وصول کرتے ہیں۔ خانہ دامادی کا اب بھی رواج ہے۔ افغانوں اور غیر متمول کشمیریوں میں جہاں دولہا خانہ داماد نہیں بنتا وہاں ہونے والے داماد کو نقد رقم ادا کرنا پڑتی ہے۔[۳] ۱۸۲۶ء میں حضرت سید احمد یوسف نے زیئیوں کے علاقے میں ہجرت کی اور وہاں کئی اصلاحات نافذ کیں اور نقدی کی رسم کو ممنوع قرار دیا۔ سو اب نقد رقم کی ادائیگی نہیں ہوتی۔[۴] تاہم خانہ دامادی کا رواج برقرار ہے۔

(۴) اگر بھائی اکٹھے رہ رہے ہوں اور ایک بھائی فوت ہو جائے اور اُس کا بیٹا نہ ہو تو بھائی کی بیوہ خاندان کے باہر کسی اجنبی سے بیاہی نہ جائے گی۔ اُس کے شوہر کا بھائی اُس سے بیاہ کرے گا اور وہ فرائض پورا کرے گا جو اُس کے مرحوم

(۴) ہر چند کہ قرآن پاک کے احکام کے برعکس کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کو زبردستی ورثہ میں لو (۱۹:۴) افغان اور کشمیری اس رسم کو مانتے چلے آئے ہیں تاہم یہ رسم یوسف زیئیوں کے ہاں

بھائی نے کرنا تھے۔ (استثنا ۲۵:۵ و ۸:۳۸)

مروج ہے۔ حضرت سید احمدؒ نے اس کی مناہی یوسف زیئیوں کے ہاں کی۔[5] کشمیری پنڈت چھوٹے بھائی یا قریبی عزیز کو دولہا کے ساتھ دلہن کے ہاں شادی کے دن روانہ کرتے ہیں۔ اُس کا لباس بھی دولہا کے لباس کے مطابق ہوتا ہے۔ اُسے پوت مہرزاہ (Pout maharaza) کہتے ہیں جس کا مطلب ہے دولہا کے بعد دوسرا ...... بیوہ کی شادی مرحوم شوہر کے بھائی کے ساتھ، اب بھی رواج ہے۔[6]

(۵) غیر اسرائیلیوں کے ساتھ شادی ممنوع تھی۔ اس لئے عزرا نے یہودیوں کو مجبور کیا کہ وہ غیر یہودی کو طلاق دے دیں۔ (عزرا ۹:۲، ۱۲)

(۵) افغان اور کشمیری بھی اپنے قبیلے سے باہر شادی نہیں کرتے۔

(۶) شادی شدہ کی بدکاری کی سزا موت تھی (احبار ۲۰:۱۰) اور جن سے یہ فعل سرزد ہوتا تھا اُن کو سنگسار کیا جاتا تھا۔ (استثنا ۲۲:۲۲-۲۴)

(۶) پرانے زمانے میں کشمیری اور عہد حاضر میں افغان بھی اس گناہ کے لئے اسی طرح سخت سزا دیتے ہیں اور افراد کو سنگسار کیا جاتا ہے۔

III-سوگ اور ماتم

(۱) یہودی بھی بچوں کی طرح اپنے غم کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں (۱-سموئیل ۱۱:۵) اور اس طرح غم دیرپا نہیں رہتا

(۱) الف ب ج۔ جس کسی نے افغانستان یا صوبہ سرحد یا کشمیر کا سفر کیا ہے اور کسی سوگوار گھرانے کو دیکھا ہے وہ

اور دبانے کی بجائے پوری طرح اظہار کیا جاتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی وفات پر غم کا اظہار اس امر کی مثال ہے۔ یہودی ۲۵۰۰ میل پاپیادہ سفر کرنے کے بعد اور بغیر کسی غم کے کھلم کھلا اظہار کے جب وہ یردن کے مشرق میں عتاب کی سرزمین پر پہنچے تو زار و قطار رونے لگے۔ (پیدائش ۵۰:۱۰)

(۲) یہودی عورتوں کا ماتم ایک لے میں ہوتا ہے۔ وہ اونچی آواز میں واویلا کرتی ہیں اور ایسا ایک آہنگ کے مطابق ہوتا ہے اور پھر فوراً خاموش ہو جاتی ہیں جس طرح کسی مصرعہ کے خاتمے پر پڑھنے والا چپ ہو جاتا ہے یا مناجات پڑھتے ہوئے رک جائے۔ ایک مختصر سے وقفے کے بعد وہ دوبارہ آہنگ کے ساتھ ماتم کی صدائے شیون کو بلند کرتی ہیں۔ ایسا اُسی طرح ہوتا ہے جیسے ماتم کرنے والے مردوں اور عورتوں نے گیت گاتے ہوئے جوشیاہ کا ذکر کیا تھا۔ (۲-تواریخ ۳۵:۲۵)۔

بخوبی جانتا ہے کہ اُن کا غم کو بیان کرنے کا انداز یہودیوں سے مختلف نہیں ہے۔ سر جارج رابرٹسن، جو گلگت میں برطانوی ریزیڈنٹ تھا، بیان کرتا ہے کہ کس طرح ایک دیہات کے سارے لوگ اپنے قبیلے کے سربراہ کے بیٹے کی موت پر کیسے غمزدہ ہوئے تھے۔ اس نالہ و شیون کو سر جارج رابرٹسن نے بائبل کے نالہ و شیون سے نسبت دی تھی۔ [ے]

(۲) افغان اور کشمیری عورتوں کا نالہ و شیون غیر معمولی ہے۔ اُن کے سوگ کے ایام بھی اتنے ہی ہیں اور روزانہ ماتم کے دن بھی اتنے ہیں اور وہ ہفتے میں دو بار اس مقصد کے لئے جمع ہوتی ہیں اور چالیس روز تک ایسا ماتم ہوتا رہتا ہے۔

(۳) یہودی عورتیں متواتر سات روز تک سوگواری میں رہتی ہیں اور پھر وقفوں کے ساتھ ۳۵ دنوں تک سوگ مناتی ہیں۔ (پیدائش ۵۰:۱۰)

(۴) یہودیوں کے ہاں خاص طبقہ ماتم کرنے والی عورتوں کا ہوا کرتا تھا جو سوگوار عورتوں کی رہنمائی کرتا تھا (یرمیاہ ۹:۱۷)۔ ان پیشہ ور سوگواروں کو کرایہ پر لایا جاتا تھا جو نوحہ گاتی تھیں جن کو کِنا کہا جاتا تھا اور لوگ اس نوحہ میں شامل ہوتے تھے۔[۸] یہ پیشہ ور نوحہ خوانی کرتا تھا کہ اونچی آواز میں نوحہ خوانی متوفی کے لئے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ (۲-تواریخ ۳۵:۲۵)

(۴) افغانوں اور کشمیریوں کے ہاں بھی نوحہ خوان یا مدح خوان ہوتے ہیں جو سوگواری کے موقعہ پر بلائے جاتے ہیں۔

(۵) کوئی بری خبر سن کر یا کسی آفت کے وقت یہودی عموماً اونچی آواز میں شیون کرتے تھے (یرمیاہ ۴:۸)۔ اُن کے ہاں رواج تھا کہ وہ اپنے کپڑوں کو پھاڑ دیتے اور موٹے کپڑے پہن لیتے (پیدائش ۳۷:۳۴) اور اپنے سروں میں راکھ ڈالتے (یشوع ۷:۶)۔ سوگواری میں وہ اپنے سروں اور داڑھیوں کے بال نوچتے اور بوریوں کا بنا ہوا لباس

(۵،۶) افغان اور کشمیری بھی بالکل ایسا ہی کرتے ہیں۔ غریب کشمیری عورتوں اور مردوں کا لباس بھی موٹے کھردرے، بوری نما ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر شلوم یا چٹائی بچھائی جاتی اور نوحہ خوانی ہوتی ہے۔

پہنتے (پیدائش ۳۴:۳۷)۔

(۶) سوگواری کے وقت اسرائیلی صف (شولام) بچھاتے اور زمین پر بیٹھ جاتے۔

ماتمی جلوس

(۷) یہودی میت کو ایک چوبی تابوت میں رکھ کر اپنے کندھوں پر اٹھاتے اور نوحہ خواں اُس کے آگے آگے نوحہ خوانی کرتے۔ سوگوار عزیز اور احباب تابوت کے پیچھے خاموشی سے چلتے جاتے ہیں۔

(۷) کشمیر میں اب بھی میت کو کندھوں پر اٹھایا جاتا ہے اور میت لکڑی کے تابوت میں ہوتی ہے۔ اگر کوئی غیر کشمیری وہاں فوت ہو جائے تو اُس کی میت کو چارپائی پر رکھ کر اٹھایا جاتا ہے اور اُس کے آگے نوحہ خواں نہیں ہوتے۔ افغانوں اور کشمیریوں میں پیشہ ور نوحہ خواں نوحہ خوانی کرتے ہیں اور میت کے آگے آگے نوحہ خوانی کرتے جاتے ہیں۔ ایک شعر جو عموماً پڑھا اور گایا جاتا ہے یوں ہے:

''خبردار رہو کہ زندگی کا شیریں جام
تمہیں دوبارہ نصیب نہ ہوگا''
''مت بھولو کہ تم بھی عنقریب موت کا
شکار ہو جاؤ گے''

تدفین

(۸) یہودیوں کے مقابر ایک کمرے کے مانند ہوتے ہیں جس کے ایک

(۸) افغانوں اور کشمیریوں کی قبریں اس نوع کی ہیں جن کو 'موسوی' کہا جاتا

جانب ایک چھوٹا سا دریچہ ہوتا ہے۔ یہودیوں کی قبروں کی سمت شرقاً غرباً ہوتی ہے اور سر مشرق کی جانب ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب مُردوں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو اُن کا چہرہ یروشلم کی جانب ہو اور وہ یروشلم کو چل پڑیں گے۔ (اس ضمن میں وہی ملک آتے ہیں جو یروشلم کے مشرق میں ہیں)۔

ہے۔ یہ قبریں بھی کمرے کے مانند ہوتی ہیں جن میں ایک جانب چھوٹا سا دریچہ ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں اُن کی قبروں کا رُخ شمالاً جنوباً ہے جو مسلمانوں کی قبروں کا رخ ہے۔ کشمیر میں ایسی قبریں بھی پائی گئی ہیں جن کا رخ شرقاً غرباً ہے۔ ایسی ایک قبر رینواری کیدل میں ہے جو سری نگر میں ہے اور چند ایک قلی پورہ، سرینگر میں بھی ہیں۔ اسی طرح کی دیگر قبریں اور تحصیل پلوامہ کے گاؤں قاویل اور مقم میں بھی پائی جاتی ہیں۔

جو ٹنگ مرگ سے سرینگر کے راستے پر چودہ میل کے فاصلے پر ہے۔ بیج بیہارا میں مَیں نے ایک قبر دیکھی جو شرقاً غرباً ہے جس پر بقول مفتی محمد صادق عبرانی کی تحریر بھی ہے۔ اُنہوں نے سرینگر میں بھی ایسی ہی ایک قبر پر عبرانی تحریر کا ذکر کیا ہے۔ مگر میں اُس قبر تک نہیں پہنچ سکا۔[9] وینی کا کہنا ہے کہ تخت سلیمان کے آس پاس یہودی مقابر بھی تھیں۔[10] افغانستان، سوات اور سرحد کے قدیم قبرستانوں میں بھی یہودی قبریں پائی جاتی ہیں لیکن ایسا میرا اپنا مشاہدہ نہیں ہے۔

ہندو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں مگر عجب ماجرا ہے کہ کشمیر کے مندروں میں ایسی قبریں بھی پائی جاتی ہیں جو مسلمانوں کے عہد سے پہلے زمانے کی ہیں۔

(۹) یہودی قبرستانوں میں کاسنی رنگ کے پودے اور بریماگ کے درخت دکھائی دیتے ہیں۔

(۹) افغان اور کشمیری قبرستانوں میں بھی کاسنی رنگ کے پودے اور بریماگ کے درخت پائے جاتے ہیں۔ کشمیری پنڈت دونوں کو نحس کہتے ہیں اور اس درخت کے سائے میں سے نہیں گزرتے۔

(۱۰) یہودی عورتیں تہواروں پر قبرستانوں میں جاتی تھیں۔

(۱۰) افغان اور کشمیری عورتیں قبرستانوں کو جاتی ہیں لیکن ایسا اب اسلامی تہواروں پر ہوتا ہے۔

IV- خوراک

(ا) یہودی بعض مہینوں میں مقررہ دنوں میں فطیری روٹی کھاتے ہیں۔ (خروج ۱۲:۱۵)

(ا) کشمیری قلچے اور لواس یہودیوں کی فطیری روٹیاں ہیں۔ ڈاکٹر نیوے جس نے ساری عمر کشمیر میں گزاری ہے سرینگر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ہم بیکری کی دکانوں سے گزرے جن کے ہاں گیہوں اور مکئی کے قلچے اور بڑے سائز کے لوآس (چپاتیاں) تھے جو یہودیوں کی فطیری روٹیوں کے مشابہہ تھے اور حیرانی یہ ہے کہ اُن لوگوں کی شکل بھی یہودیوں سے ملتی جلتی

(۲) کسی بھی نوع کا خون پینا اور کھانا ممنوع ہے (استثنا ۱۲:۲۳) اور ذبیحہ کے وقت خدا کا نام لینا ضروری ہے۔ ذبیحہ کو ذبح کر کے اُس کا پورا خون نکلنے دینا لازمی ہے۔ ایسے طریق کار کے گوشت کو کاشر (عبرانی کوشر) یعنی صحیح کہا جاتا ہے۔

ہے۔[11] افغانوں کے ہاں قلچوں اور لواس کے نام مختلف ہیں۔

(۲) مسلمانوں کے ہاں بھی جانور کے پوری طرح خون نکل جانے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ ایسے گوشت کو 'حلال' گوشت کہا جاتا ہے جو صحیح کے مفہوم میں ہے۔ لیکن افغان اور کشمیری قبول اسلام سے قبل بھی ایسا کرتے تھے اور حیرانی کی بات ہے کہ کشمیر کے کشمیری پنڈت اب بھی حلال اور کاشر گوشت کھاتے ہیں جس سے اُن کا اسرائیلی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سر والٹر لارنس جو کشمیر کا پہلا افسر بندوبست تھا اُس نے لکھا ہے ''ایک عجیب واقعہ میرے مشاہدے میں لایا گیا کہ کشمیری ہندو کسی پرندے کو تب تک نہ کھاتے تھے جب تک کہ اُسے مسلمانوں کے رواج کے مطابق 'حلال' نہ کیا گیا ہو۔''[12]

میرین دوختی کا کہنا ہے کہ یہاں ہندو بھی ایسے پرندوں اور جانوروں کو حلال کرتے ہیں تا کہ اُن کو کھایا جا سکے۔[13] کشمیری پنڈت خون کے بارے

میں کراہت کو اس حد تک لے گئے ہیں
کہ ایسا کوئی پھل، سبزی یا دال نہیں
کھاتے جن کا رنگ سرخ ہو اس لئے وہ
سرخ سیب، ٹماٹر اور سرخ گاجر نہیں
کھاتے۔[۱۹] یہودیوں کے مانند وہ مسور
کی دال اور رواں کی دال نہیں کھاتے
جن کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ میں نے اس
بارے میں یہودیوں اور کشمیری پنڈتوں
سے استفسار کیا ہے مگر وہ کوئی خاطرخواہ
جواب نہیں دے سکے کہ وہ ان کو کیوں
نہیں کھاتے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا
سبب کھیت میں ذبیحہ کے خون کے چھینٹے
دینے سے ہے، جب اُس میں پہلی بار
ہل پھیرا جاتا تھا۔ اس کا اشارہ یہودیوں
کو ایک کھیت میں جمع کرنے کی طرف
ہے جہاں سے یہودی فلستیوں کے گھراؤ
سے بھاگ نکلے تھے اور اس جگہ دالوں
کی فصل تھی۔ (۲-سموئیل ۲۳:۱۱)

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا یہودیوں اور
کشمیریوں نے ایسی کسی قربانی کے خون
بہانے کی رسم کی پیروی کی تھی کہ نہیں
تاہم اُن کا دالوں سے اجتناب ایسے ہی
واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۳) بغیر پروں کی مچھلیاں اور جن پر چانئے یعنی سکیل نہیں ہوتے ہیں یہودیوں کے ہاں ممنوع ہیں۔ (احبار ۱۱: ۹-۱۱)

(۳) افغان بام مچھلی کو نہیں کھاتے جسے وہ مرماہی کہتے ہیں اور اُن کو بھی نہیں کھاتے جن کو وہ کٹا سارا یا نائی کہتے ہیں۔ کشمیری بام مچھلی کو نہیں کھاتے اور اسی طرح کشمیری پنڈت بھی رم گاد مچھلی کو نہیں کھاتے کہ اُس کے نہ تو پر ہوتے ہیں اور نہ چانئے۔ تاہم جب اُن سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے وہ جواب نہ دے سکے۔

(۴) یہودی بعض ہڈیوں کے اندر کا گودا نہیں کھاتے۔ (پیدائش ۳۲: ۳۲) اور ہر قسم کی چربی کا کھانا بھی اُن کے ہاں ممنوع ہے۔ تاہم یہودی تیل استعمال کرتے ہیں اور کھانا بھی اسی میں پکاتے ہیں۔ (احبار ۷: ۲۲، ۲۳)

(۴) افغان اور کشمیری پکانے سے پہلے پر اور چھلکا الگ کر دیتے ہیں۔ کشمیری کسی نوع کی چربی نہیں کھاتے۔ وہ صرف تیل میں کھانا پکاتے ہیں۔ اُن کے ہاں گھی کا استعمال بھی نہیں ہوتا۔ رسوم کے مواقع پر مثلاً شادی بیاہ یا دیگر تقریبات پر تیل ہی کا استعمال ہوتا ہے۔

تاہم یہ طریق کار فارغ البال افغانوں میں مستعمل نہیں ہے لیکن متمول افغان بھی روغن بادام کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو مقابلتاً غریب ہیں وہ تیل ہی کا استعمال کرتے ہیں۔ تاہم چربی اور گھی کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ لیکن ایسا امر اس

لئے ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے اور اب تو یہودی بھی سؤر کا گوشت کھاتے ہیں۔

(۵) اسی طرح سؤر کا گوشت بھی اُن کے ہاں ممنوع ہے۔ (احبار ۱۱:۷)

(۵) قرآن کریم میں بھی سؤر کے گوشت کی مناہی ہے لیکن سید جلال الدین افغانی کا کہنا ہے کہ افغان اسلام سے قبل سؤر کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ کشمیری پنڈت بھی سؤر کا گوشت نہیں کھاتے۔

V- سبت اور دوسرے تہوار

(۱) یہودیوں کے لئے سبت کے موقع پر آگ کا جلانا ممنوع ہے۔ (خروج ۳۵:۳)

(۱) سبت کے روز روشنی جلانے سے اجتناب کرنا مسلمانوں اور افغانوں میں رواج نہیں ہے لیکن کشمیری پنڈت جو قدامت پسند ہیں ہفتے کے روز روشنی کو جلاتے نہیں ہیں۔ زمانۂ حال میں وہ نئے چولہے میں آگ روشن نہیں کرتے اور نہ ہی پرانے چولہے کی مرمت ہی کریں گے۔

(۲) سبت کے روز یہودیوں کے لئے لمبے سفر پر جانے کی مناہی تھی (متی ۲۴:۲۰-۲۱)۔ تاہم اگر بہت ضروری ہو تو اُن کو سبت پر چھوٹی مسافت کے سفر کو اختیار کرنے کی اجازت تھی۔ (اعمال ۱:۱۲)

(۲) افغان اور کشمیری ہفتے کے روز سفر کے آغاز کو نحس گردانتے ہیں۔ اُس روز جہاں تک ممکن ہو وہ دوستوں کے ہاں بھی نہیں جاتے۔

کشمیری پنڈت سبت کے روز نہ تو نئے گھر میں منتقل ہوں گے اور نہ کسی خاص

سمت کو جائیں گے۔ کشمیر کے گوجر اُس
روز سفر پر نہیں جاتے اور نہ اپنے کھیتوں
میں ہل چلائیں گے۔ اُس روز وہ اپنی
گائیوں کا دودھ بھی نہیں دوہئیں گے اور
اس کام کے لئے صرف اُن کو کہیں گے
جو گوجر نہیں ہیں۔

(۳) یہودیوں کی طرح افغان اور کشمیری اپنے ہفتے کا آغاز سبت کے دن سے کرتے ہیں جسے شنبہ کہا جاتا ہے۔

(۴) کشمیری ماضی میں اور افغان اب بھی عید فسح مناتے ہیں جو یہودیوں کا تہوار ہے۔

(۵) کشمیری پنڈت عید خیر، خیر بھوانی کے مقام پر مناتے ہیں اور اس کے منانے کے طور طریقے یہودیوں کے تہوار عید خیام کے مطابق ہیں۔ وہ ایک ایسا تہوار بھی مناتے ہیں جو یہودیوں کے اُس تہوار سے مشابہہ ہے جو ''دروازوں کے بند کرنے'' کا تہوار کہلاتا ہے۔ قدیم یہودیوں کے مانند وہ نوروز ایک دن کے لئے مناتے ہیں۔ (گنتی ۱:۲۹) اور اس کے لئے دو روز مختص نہیں کرتے جیسا کہ یہودی آج کل کرتے ہیں۔

VI-عادات و رسوم و رواج

(۱) یہودیوں کو نہ تو اُن کے سر کی حجامت کی اجازت ہے اور نہ داڑھی کے تراشنے کی اجازت ہے (احبار ۱۹:۲۷) وہ صرف قلمیں رکھ سکتے تھے اور داڑھی کی نوک بھی رکھ سکتے تھے۔
غیر شادی شدہ لڑکیاں اپنے بالوں کی لٹ کو ماتھے پر رکھ سکتی تھیں۔
اسرائیلیوں کو اُن کی بے اعتدالیوں کے

(۱) افغانوں اور کشمیریوں کے بچے اور دیہات کے رہنے والے اپنے بالوں کو لمبے اور اطراف میں گچھے بناتے ہیں۔ ان گچھوں کو ''غنچۂ کاکل'' کہا جاتا ہے۔ اُن کی داڑھیوں کی نوک کو غیر ملکی سیاح عموماً حیرت سے دیکھتے ہیں۔ نابیاہتا لڑکیاں اپنے بالوں کے گچھوں کو بڑھاتی ہیں اور ان کو گوندھے ہوئے گچھے کی

لئے ملامت کی گئی ہے اور سزا کے طور پر اُن کے سر منڈھے رہنے کا حکم ہے (یرمیاہ ۴۸:۳۷)

صورت میں ماتھے پر لاتی ہیں۔

(۲) یہودی لڑکیاں اور عورتیں پولینڈ میں اپنے سر کے بالوں کو چوٹیوں میں الگ الگ گوندھ کر اُن کو ایک ساتھ سنوار لیتی ہیں۔

کشمیری عام طور پر گنجے سر ہوتے ہیں۔ سواتی افغان گنجے پن کو صحیح النسب ہونا گردانتے ہیں۔

(۲) بالوں کو گوندھنے کی رسم افغان عورتوں اور کشمیری لڑکیوں میں خاص طور پر مقبول ہے۔ ایسا طریق زیبائش کسی دیگر مشرقی قوم میں دکھائی نہیں دیتا۔ بالوں کو سر کے پیچھے تک گوندھا جاتا ہے اور بالوں کو چوٹیوں میں الگ الگ باندھا جاتا ہے جو پورے سر کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ اُن سے نصف دائرہ بنتا ہے۔ بالوں کو موٹے اُونی دھاگے کے ساتھ باندھا جاتا ہے جو ایک موٹی لمبی چوٹی بن جاتے ہیں۔[۱۵]

(۳) یہودی کو اپنے گھروں کی چوکھٹوں اور پھاٹکوں پر اپنے خدا کا نام لکھنے کا حکم ہے اور اسے آتے اور جاتے ہوئے چومتے ہیں۔ (استثنا ۶:۹ و ۱۱:۲۰) یہی نشان ان کے ہیکل کے دروازوں پر بھی بنایا جاتا ہے۔ یہودی اس امر کے

(۳) کشمیری اور افغان گھرانوں میں اب ایسا کوئی رواج نہیں ہے لیکن پرانے زمانے میں ایسا رواج تھا۔ کشمیری پنڈت بیرونی دروازے کے فوراً بعد دروازے پر خدا کا نام لکھ رکھتے تھے۔ تاہم افغان اور کشمیری ایک دھاتی تختی پر خدا کا نام لکھ

پابند بھی ہیں کہ اپنے ملبوسات پر خدا کا نام لکھیں اور نشان کے طور پر اپنے ہاتھوں پر بھی باندھیں۔ (استثنا ۱۱:۱۸)

رکھتے ہیں۔ یہ اسم زیارتوں پر آویزاں رہتا ہے جسے وہ آتے جاتے چومتے ہیں۔

افغان اور کشمیری تعویذ پہنتے ہیں جن پر اسمائے الٰہی لکھے ہوتے ہیں۔ یہ تعویذ بازوؤں پر اور کلائیوں پر بھی باندھے جاتے ہیں اور گلے میں بھی پہنے جاتے ہیں۔

(۴) یہودیوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے گھروں کے لئے پتلی روشنیوں کی آنے والی کھڑکیاں رکھیں۔ (۱-سلاطین ۶:۴)

(۴) افغان اور کشمیری گھروں میں اب بھی ایسی کھڑکیاں ہوتی ہیں جہاں سے روشنی چھن کر کمروں کے اندر آتی ہے۔

(۵) بنی اسرائیل کے قبائل کے سردار گھرانوں کے سربراہ ہوتے تھے۔ لیکن ان کی حیثیت دراصل قبائلی نوعیت کی ہوتی تھی۔ اُن کی وفاداریاں ذاتی کے مقابل میں زیادہ قبائلی ہوتی تھیں۔

(۵) افغانیوں کی اپنے قبیلے کے ساتھ وفاداری مسلمہ امر ہے۔ قبیلے کا مفاد اس قدر عزیز ہوتا ہے کہ سربراہ کی خواہش کو بھی نظرانداز کیا جاتا ہے اگر اس کی خواہش کسی طرح قبیلے کے مفاد سے متصادم ہو۔

(۶) جائیداد کے انتقال کے لئے حضرت موسیٰ نے حکم دیا۔ ”بنی اسرائیل کی میراث ایک سے دوسرے قبیلے میں جانے نہیں پائے گی۔ ہر اسرائیلی کو اپنے باپ دادا کے قبیلے کی میراث کو اپنے قبیلے میں رکھنا ہوگا۔ (گنتی ۳۶:۷،۸)

اس کے بعد حضرت موسیٰ کا حکم دوسرے قبیلوں کے درمیان شادی کی مناہی کرتا

(۶) افغانوں اور کشمیریوں کے ہاں قبائلی انفرادیت بیحد نمایاں ہے۔ شادیاں قبیلوں کے اندر ہوتی ہیں۔

تاہم اسلام کے بعد افغان اور کشمیری لڑکیوں کو غیر قبیلہ میں بھی بیاہا گیا ہے لیکن ترجیح یہی رہتی ہے کہ شادیاں قبائل کے اندر ہوں۔ تاہم لڑکیوں کو غیر کشمیریوں یا غیر افغانیوں میں نہیں بیاہا

ہے۔ (گنتی ۸:۳۶)

جاتا۔ گو عہد حاضر میں اس پر اتنی سختی سے عمل نہیں کیا جاتا۔

(۷) یہودیوں کے ہاں لازم ٹھہرایا گیا کہ عزیز رشتہ داروں پر فرض ہے کہ وہ اپنے کسی عزیز رشتہ دار کے قتل کا بدلہ لیں۔ قصاص کے اس اصول کا اطلاق حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں یوں بیان ہوا ہے ...... ''جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔'' (استثنا ۲۱:۱۹)

(۷) افغانوں اور کشمیریوں کے ہاں انتقام کا رواج عام ہے۔ وہ اپنے خلاف ہونے والے کسی غلط عمل کو فراموش نہیں کرتے۔ افغانوں کے ہاں انتقام کا اصول ہے اور جان کے بدلے میں جان کا تقاضہ کیا جاتا ہے۔ قبیلے کے کسی آدمی کی موت کے بارے متعلقہ قبیلے سے قاتل کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے ورنہ لڑائی چھڑ جاتی ہے۔ بعض اوقات قصاص بھی لیا جاتا ہے اور قاتل سزا سے بچ رہتا ہے۔ کشمیریوں کے گوجروں میں بھی انتقام کا ایسا ہی رواج ہے۔

(۸) متحدہ بادشاہت کے زمانے میں یہودیوں کے ہاں ۷۲ سربراہوں کی ایک کونسل ہوا کرتی تھی جس میں ہر قبیلے کے ۶ سربراہ شامل ہوتے تھے۔ یہ کونسل بادشاہ کی مشاورت کرتی تھی۔ بعدازاں اس کونسل کو سنہیڈرین (عدالت) کا نام دیا گیا۔ عدالت دیوانی مقدمات میں اعلیٰ اختیارات کی عدالت تھی۔ ہر نوع کے جرائم کے لئے

(۸) افغانوں کے ہاں قبائلی جرگہ ہوتا ہے۔ لوجی جرگے میں ہر قبیلے کے نمائندے موجود ہوتے ہیں جو تمام معاملات کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں۔

شمال مغربی سرحدی صوبے میں جرگہ سسٹم کو فوجداری مقدمات کے سلسلے میں تسلیم کیا گیا ہے۔ جرگہ موت کی سزا نہیں دے

یہ عدالت سوائے سزائے موت کے ہر سزا کا حکم صادر کر سکتی تھی۔ سزائے موت کے لئے بادشاہ کی تصدیق ضروری تھی اور رومی سلطنت کے زمانے میں یہ تصدیق رومی (گورنر) پیلاطوس کا استحقاق تھی۔

سکتا۔ ایسی سزا کی عدالت سے تصدیق ضروری ہے۔ کشمیری اس ضمن میں اپنے معززین وڈیروں کو جرگے میں شامل کرتے ہیں۔ گوجروں کا جرگہ اس سلسلے میں بااختیار ہے اور مطلق العنان ہے۔

(۹) زنا کے لئے بہکانے والوں اور جھوٹے نبیوں کو سنگسار کر دیا جاتا تھا۔ (استثنا ۱۳:۱۰)

(۹) ایسے حالات میں ماضی میں کشمیری اور افغان اب بھی موت کی سزا کے لئے پھانسی، صلیب، گردن اڑا کر، زندہ دفن کر کے یا زندہ نہیں جلاتے، بلکہ سنگسار کرتے ہیں۔

(۱۰) یہودیوں کے ہاں ایک خاص قبیلہ تھا جو لیوی قبیلہ کہلاتا تھا جن کا کام مذہبی رسومات کی بجاآوری کرنا تھا جو بعدازاں کاہن کہلائے۔

(۱۰) کہانا کشمیریوں کے ہاں مذہبی رسومات کی بجاآوری کا فرض کشمیری پنڈت ادا کرتے ہیں۔ (مسلمانوں کے ہاں) یہ فرض ملاخیل کے افراد کے سپرد ہے جو کہ ہر ایک قبیلہ کا الگ الگ ہوتا ہے۔

(۱۱) اسرائیلیوں کے لئے خیرات وصول کرنا واجب نہ تھا۔ صرف لیوی ہی خیرات کے مستحق تھے۔

(۱۱) نہ تو افغان اور نہ ہی کشمیری خیرات وصول کرتے تھے مگر افسوس یہ ہے کہ اب غربت کے باعث نہ صرف وہ خیرات وصول کرتے ہیں بلکہ مانگتے بھی ہیں۔

(۱۲) قدیم یہودیوں کے مانند افغان اور کشمیری بھی اناج کی مقدار کے لئے خردار کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ایک باربردار گدھے پر جتنا بوجھ لادا جا سکتا ہے۔ یہ مقدار ریاست کشمیر بھی تسلیم کرتی ہے۔

(۱۳) یہودیوں کے کیلنڈر میں ہر تیسرے برس میں ایک مہینہ مخصوص ہے جس میں زائد وقت کے لحاظ سے ایک دن کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسا عیسوی کیلنڈر میں لیپ کا سال ہوتا ہے۔ وہ دن کا آغاز گذشتہ دن کے غروب آفتاب سے کرتے ہیں (پیدائش ۱:۸) اور اپنے رات اور دنوں کو ۶ پہروں میں تقسیم کرتے ہیں جن کو بعدازاں گھنٹے کہا گیا۔ (دانی ایل ۴:۱۹ وخروج ۱۴:۲۴)

(۱۳) یہودیوں اور کشمیریوں کے ہاں اُن کے کیلنڈر کا معمولی سا فرق ہے جو صرف بارہ گھنٹوں کا ہے۔ تین برسوں میں ایک مہینہ ایسا بھی آتا ہے جب کشمیری پنڈت خاص طور پر اپنے پرانے مندروں کی زیارت کرتے ہیں۔[۱۶] کشمیری ایک برس کو ۶ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ دن کو ایک غروب آفتاب سے دوسرے دن کے غروب آفتاب تک شمار کرتے ہیں[۱۷] اور دن و رات کو ۳۰ گھڑیوں میں تقسیم کرتے ہیں۔[۱۸] اس طرح ڈھائی گھڑیاں ایک گھنٹے کے برابر ہوتی ہیں۔ اور ۱۰ گھڑیاں ایک پہر کے برابر۔[۱۹] اس طرح اُن کے ہاں دوپہر اور سہ پہر کے ذریعے دن کو بانٹا جاتا ہے۔ پہر کے یہ اوقات رات کو بھی مستعمل ہیں۔ افغانوں کے ہاں بھی چھ پہر ہوتے ہیں۔

(۱۴) افغانوں میں خاص طور پر خٹک، کاکر، ترین اور سلیمان خیل میں ایک مخصوص ناچ مقبول ہے جسے رقص گوشالہ کہتے ہیں جو سنہرے بچھڑے کے ناچ سے مشابہہ ہے۔[۲۰] یہ رقص حضرت موسیٰ کے اُن ایام کی یاد دلاتا ہے جب سینا سے واپسی پر انہوں نے بنی اسرائیل کو سنہرے بچھڑے کے اردگرد رقص کرتے پایا۔ جسے انہوں نے حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں اختیار کیا تھا۔ (خروج ۳۲:۱۹)

(۱۵) کشتی کے لئے عبرانی لفظ ایک باربردار ناؤ کا ہے جس میں کچھ بھی لادا جا سکتا ہے اسے صندوق کی شکل میں بنایا جاتا تھا جس کا پیندا سیدھا ہوتا تھا اور اُس پر چھت ہوتی تھی۔[۲۱]

کشمیریوں کی کشتیاں خواہ اُن کی جسامت اور حجم کیسا ہی کیوں نہ ہو اپنی ساخت میں باہم مشابہہ ہوتی ہیں۔ خواہ ان کی صورت ہاؤس بوٹ کی سی ہو یا رنگ و روغن کے بغیر ہو جسے کھاچو (بڑی کشتی) کہا جاتا ہے (یا تیز چلنے والا 'پرندہ') جس کی چھت نوکدار شامیانہ نما ''چھتری'' اور کئی چپو ہوتے ہیں۔ یا آہستہ رواں سرکنڈوں کی چھت والا ڈونگا ہو یا ماہی گیروں کی شکارا ہو، یا منڈیوں کو لے جانے والا 'گور' ہو جس پر سبزیاں لادی جاتی ہیں۔ اُن سب کی ساخت اور بناوٹ یکساں ہوتی ہے۔ جن کا پیندا سپاٹ ہوتا ہے۔ اطراف زیادہ پردے کے بغیر اور بتدریج نوکدار ہوتی ہوئی بیرونی حدوں تک جاتی ہیں۔ جن کو مرضی کے مطابق آگے اور پیچھے کیا جا سکتا ہے۔ ان کشتیوں کو دیکھ کر عزت مآب مسز سی جے بروس کا مشاہدہ تھا کہ یہ کشتارہ، 'کشتیٔ نوح' کے نقشے کے تقریباً قریب قریب ہے۔[۲۲] جن کو ہم اوائل عمری میں (تصویروں میں) دیکھا کرتے تھے۔ ان کشتیوں میں نہ صرف ہانجی اپنی بود و باش رکھتے ہیں بلکہ اپنے سامان کے ساتھ ایک سے دوسری جگہ سفر بھی کرتے ہیں۔ اُن کے سامان میں مویشی، بھیڑیں اور مرغیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ ان ہانجیوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں۔[۲۳]

کابل، سوات اور دریائے سندھ کے بالائی علاقے میں پائی جانے والی جلاس کشتیاں بھی اسی طرح کی ہیں۔

ان کشتیوں کی ایک اور انفرادیت یہ ہے کہ ان کے چپوؤں کا دہانہ دل کے مانند ہے جو ہندوستان میں پائی جانے والی کشتیوں کے چپوؤں میں نظر نہیں آتا۔ میں نے یروشلم کے مشرق میں کلندوندیا کے مقام پر جو پندرہ میل کے فاصلے پر ہے، ایک جھیل دیکھی جہاں امپیریل ایریز (Imperial Airways) کی فضائی کشتیاں اترتی ہیں۔ ان کشتیوں کے چپوؤں کے دہانے بھی دل کے مانند ہیں۔ یہ کشتیاں صرف دریائے فرات

پر دیکھی جاتی ہیں۔ اس بناء پر سونبرن نے کشمیریوں کو اسرائیل کے دس گم شدہ قبائل سے منسوب کیا تھا۔[۲۴]

(۱۶) یہودیوں کے ہاں بھی روپے بدلنے والے معاشرے کا حصہ تھے (متی ۲۱:۱۲)۔ جو بڑی قیمت کے سکے کو چھوٹے سکوں میں تبدیل کرنے کا لین دین کرتے تھے اور اس کے لئے کچھ رقم کاٹتے تھے۔

(۱۷) یہودی اپنے گیتوں کی قدر کرتے تھے اور باہم مل کر ہیکل میں بھی گاتے تھے اور کبھی کام پر یا اپنے کھیتوں میں بھی ایسا ہی دستور روا رکھتے تھے۔ یہ گیت یا تو یہوواہ کی ستائش میں ہوا کرتے تھے یا اُس کی اسرائیل کے بارے میں محبت کے بارے میں ہوتے تھے یا اسرائیل کے نبیوں کے بارے میں یا اپنے بادشاہوں کی بڑائی کے بارے میں ہوا کرتے تھے۔ کام سے فارغ ہو کر رات کو مل کر ان گیتوں کو گایا جاتا تھا۔ نوعمر یہودی لڑکیاں اور عورتیں ایک دوسرے کا سامنا کرتے ہوئے ان گیتوں کو دیہات کی گلیوں میں گاتی تھیں۔

(۱۶) کابل، غزنی اور ہرات میں اور پشاور کے قصہ خوانی بازار میں اور سرینگر میں امیرا کدل کے شمالی گوشے میں روپوں کا لین دین کرنے والے سکوں کی ڈھیریاں بنا کر اُن کے آس پاس بیٹھے نظر آتے ہیں۔

(۱۷) کشمیری بھی گیت شوق سے گاتے ہیں اور کام کے دوران، کھیتوں میں اور دن کے دوران، یا جب قالین بافی کرتے یا دریاں بنتے ہیں وہ باہم مل کر گیت گاتے ہیں۔ اُن کے گیتوں میں خدا کی تعریف اور وادی کے مذہبی رہنماؤں کی مدح کے عنوان شامل ہوتے ہیں۔ ہنری بولیس کا کہنا ہے کہ کشمیری قلی کام کے بعد الاؤ کے گرد جمع ہو کر باہم گیت گاتے ہیں۔[۲۵]
کشمیری لڑکیاں اور بعض اوقات عورتیں ایک دوسری کے بازو میں بازو ڈال کر اور دو قطاروں میں جو آمنے سامنے ہوتی ہیں، بڑے توازن کے ساتھ آگے اور پیچھے کی جانب رقص کرتی ہیں۔ خاص

طور پر ماہ رمضان میں ایسا کیا جاتا ہے۔
ان گیتوں کو راہو یا رُف کہا جاتا ہے۔
افغان بھی گانے کے شوقین ہیں لیکن وہ
رات کے وقت کام سے فارغ ہو کر
گیت گاتے ہیں۔

(۱۸) یہودیوں کی طرح، امیر لوگوں کے علاوہ، غریب افغان اور کشمیری رات کو سوتے وقت کپڑے استعمال نہیں کرتے تھے اور دریاؤں اور چشموں پر برہنہ نہاتے تھے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ نے یوسف زئی افغانوں کو دریائے سوات اور دریائے سندھ میں برہنہ حالت میں نہانے سے منع کیا کہ ایسی شرمناک عادت کا ختم ہونا ضروری ہے۔ کشمیری پنڈت اب بھی سرینگر میں ننگا نہاتے ہیں۔ مگر وہ ایک معمولی سی لنگوٹی ضرور باندھتے ہیں۔[۲۶]

(۱۹) ''گندہ یہودی'' کے برے القاب سے یہودیوں کی عادات کا پتہ لگتا ہے۔ ایسا ہی القاب افغانوں اور کشمیریوں کے بارے میں اب بھی عام ہے۔

(۲۰) یہودی عام طور پر گفتگو میں اپنے ہاتھوں کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ ہٹلر کی خفیہ پولیس کو یہودیوں کی یہ ادا ان کی پہچان کا عملی ثبوت بآسانی بہم پہنچاتی تھی۔ اگر گستاپو کو دو افغان یا دو کشمیری مل جاتے تو وہ پہچان کر اُن کو نازی عقوبت خانوں میں فوراً پہنچا دیتے تھے۔

(۲۱) کشمیری پنڈت جو قدامت پسند ہیں، کشمیری مسلمانوں کو اچھوت نہیں سمجھتے۔ اُن کے گھروں میں کشمیری مسلمان عورت کو بچوں کو دودھ پلانے کے لئے عموماً رکھا جاتا ہے۔ کشمیری پنڈت ہندوستان کے برہمنوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے۔[۲۷] کشمیری پنڈت اور کشمیری مسلمان مل کر ایک جیسی درگاہوں کی زیارت کرتے ہیں۔[۲۸] ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیری پنڈتوں کا اور مسلمان کشمیریوں کا سانجھا نسب نامہ ہے۔

(۲۲) یہودیوں کے مانند، افغان اور کشمیری بھی محنتی ہیں اور بڑے ذہین کاروباری

ہیں۔ برطانوی باشندوں کی طرح دیانت کو بہترین طریق کار گردانتے ہیں۔ وہ کسی بھی شئے کے ڈیزائن اور کسی بھی تیار کردہ شئے کی نقل تیار کر سکتے ہیں۔ دستکاری میں بھی وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ کشمیری شالوں کی بنت کو جو کشمیریوں کا فن ہے، تاریخی طور پر اس فن کو حضرت موسیٰ کے زمانے کے ایک شخص عبولیاہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ جو دان قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور جو نیلے نیم سرخ اور نسواری دھاگوں سے کڑھائی کرنے میں ماہر تھا (خروج ۳۶:۸) اور نہایت چابکدست کاریگر تھا۔ اُس کے بارے میں روایت ہے کہ اُس نے یہ فن مصر سے خروج سے قبل مصریوں سے سیکھا تھا۔ کشمیریوں کے شال بافی کے فن کو اُس کے ساتھ منسوب کیا جا سکتا ہے۔ بابل کے خوبصورت پارچات کی روایت بھی اس ضمن میں قابل غور ہے جس کے ذریعہ کرمی کے بیٹے عکن کو محبت میں گرفتار کیا گیا تھا جب جریکو کو معزول کیا گیا تھا۔ (یشوع ۷:۱۸-۲۱)

(۲۳) یہودیوں کی طرح کشمیری اور افغان بھی اپنے ذیلی قبیلوں کو بعض جانوروں کے نام سے پکارتے ہیں۔ شعال کشمیری میں لومڑ کو کہتے ہیں اور یہی لفظ عبرانی میں بھی لومڑ کے لئے مستعمل ہے۔ ذیلی قبیلوں کے لئے یہودیوں اور کشمیریوں میں بھی یہی نام پایا جاتا ہے۔ شعالی قبیلہ یہودیوں کا ایک ذیلی قبیلہ ہے۔ افغانوں کے ہاں غدھر (لومڑ) بھی ایک ذیلی قبیلہ ہے۔ اسی طرح کرگاہ (کوا) اور یاگور (ریچھ) افغانوں کے ذیلی قبیلوں کے نام ہیں۔

(۲۴) یہودیوں کی ابتدائی درجہ بندی میں چمگادڑ ایک پرندے کے طور پر مستعمل تھا جسے اب دودھ پلانے والے جانداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ تاہم کشمیری چمگادڑ کو پرندہ ہی گردانتے ہیں۔[۲۹]

(۲۵) اپنی اسیری کے زمانے میں اسرائیلیوں کو آبپاشی کا عملی تجربہ ہوا کہ کس طرح ایسی نہریں کھودی جا سکتی ہیں جو پانی کو نچلی سطح سے بالائی سطح تک پہنچا سکیں۔ سر ٹامس ہالڈچ اپنی کتاب 'دی گیٹس آف انڈیا' میں لکھتا ہے کہ عملی اعتبار سے ایسے بہت کم انجینئر ہیں جو کشمیریوں اور افغانوں کا آبپاشی میں مقابلہ کر سکیں کہ وہ پانی کا بہاؤ وہاں

ممکن بنا سکیں جہاں قبل ازیں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا۔[۳۰] ایسا طریق کار اسرائیلیوں نے مصر کے قیام کے دوران میں سیکھا تھا کہ کس طرح مٹی کے آبخورے کو رسے کے ساتھ ایک لمبے چوبی پول کے ساتھ باندھ کر اس پول کو بالائی سطح پر ایک دوسرے موٹے ڈنڈے کے ساتھ باندھا جاتا تھا جس پر کوئی بوجھ رکھا جاتا تھا۔ اس طرح بالائی سطح پر لکڑی کے موٹے ڈنڈے کے ذریعے پانی کو بالائی سطح پر لایا جا سکتا تھا۔[۳۱]

(۲۶) یہودیوں کی طرح کشمیری بھی عرف یا بگڑے ہوئے ناموں کا استعمال کرتے ہیں یا ایک دوسرے کے نام دھرتے ہیں اور اس طرح ہر نام کا ایک متبادل عرف ہوتا ہے۔

(۲۷) کشمیریوں کے قصابوں کا گوشت کاٹنے والا کلہاڑی نما چھرا یا چاپر (chopper) بھی نیم دائرہ نما ہوتا ہے۔ قدیم زمانے میں بنی اسرائیل ایسا ہی چاپر استعمال کرتے تھے۔

(۲۸) آفات اور مصائب کے وقت یہودی اپنے کپڑے پھاڑتے تھے اور ٹاٹ اوڑھ لیتے تھے (۲-سلاطین 1:19)۔ کشمیریوں کا فرن بھی ایک ڈھیلا ڈھالا ٹاٹ کا لباس ہے جو سامنے سے کھلا ہے۔ فرن کی آستینیں ڈھیلی ہوتی ہیں جن کو اوپر کی جانب تہہ کیا جا سکتا ہے (نور)۔ عورتیں اپنی کمر میں کمربند باندھتی ہیں جسے ٹل کہا جاتا ہے۔ سر پر وہ ایک گول اور چپٹی ٹوپی پہنتی ہیں جسے قسابہ کہا جاتا ہے جس پر ایک مربع نما کپڑا اطراف میں اوڑھا دیا جاتا ہے۔ بوڑھی عمر کی افغان عورتیں بھی ایسا ہی کرتی ہیں اور کالے کپڑے پہنتی ہیں۔

(۲۹) افغانوں اور کشمیریوں کی بیشتر روایات، بائبل کے مندرجات پر مبنی ہیں۔ وہ عہد ماضی میں حضرت سلیمانؑ بادشاہ کی شان و شوکت، طوفان نوح اور اپنی اسیری کی روایات کو بیان کرتی ہیں۔ اُن کی لوک کہانیاں اور افسانوی روایات بھی یہودیوں کی کہانیوں کو دہراتی ہیں اور ہاروت و ماروت کا ذکر بھی کرتی ہیں۔ افغانستان اور کشمیر میں مارتند سے ۱۵۰ گز کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جسے چاہِ بابل کہا جاتا ہے۔ جہاں ہاروت و ماروت کو روایات کے مطابق الٹا لٹکایا گیا تھا۔

(۳۰) اُن کی زبان میں بخت نصر (نبوکدنضر) گالی اور نحوست کا لفظ ہے۔ ظالم حکمران کو بخت نصر کہا جاتا ہے۔

(۳۱) کشمیری اپنے ناموں کے ساتھ ''جُو'' کا لاحقہ استعمال کرتے ہیں۔ کشمیر کے ایک حکمران کا نام سلطان میر جُو تھا جو اسرائیل کے حکمران یاہُو کی یاد دلاتا ہے۔ (۱-سلاطین ۱۹:۱۷)

(۳۲) افغان اور کشمیری دونوں بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن 'یہودی' کا لقب اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اُن سے نفرت موروثی ہے جو اسرائیل کو یہوداہ قبیلہ سے تھی۔

(۳۳) آثار قدیمہ کی دریافتوں سے ثابت ہوا ہے کہ افغان اور کشمیری، دونوں بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اس زمانے کے سیاح اور محقق اُن کو دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ قدیم آثار میں گھروں کے برتن غیر معمولی ہیں جو افغانستان اور کشمیر کے شہروں کے آس پاس بکھرے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کو کلادن کہا جاتا ہے۔ کلادن کے ٹکڑے بابل اور سیستان میں بھی پائے جاتے ہیں اور ہندوستان، افغانستان اور کشمیر میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اُس سے پرے اُن کو پایا نہیں جاتا۔[۳۲] ایک زمانے میں یہودی اسی قسم کی کراکری کے لئے مشہور تھے۔ یہ بات خصوصی اہمیت کی ہے کہ سری نگر کا میوزیم اسی نوعیت کی کراکری سے بھرا پڑا ہے جو وادی میں کھدائی کے دوران برآمد ہوئی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ کشمیریوں کا تعلق بنی اسرائیل کے ساتھ ہے۔ تاہم کشمیریوں کے تاریخی تعلق کو مزید بیان کیا جا سکتا ہے۔

کشمیر کے قدیم معابد کے کھنڈرات برصغیر میں منفرد نوع کے معابد ہیں اُن پر اسرائیلی اثرات کو بخوبی پہچانا جا سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ معابد یونانی اثرات کو ظاہر کرتے ہیں لیکن ونسینٹ سمتھ کی رائے ہے جو مفصل حقائق پر مبنی ہے کہ برصغیر میں یونانی فن تعمیر کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔[۳۳] اس ضمن میں واضح رہے کہ ونسینٹ سمتھ برصغیر کی قدیم تاریخ پر مستند اتھارٹی کی اہمیت رکھتا ہے۔ سر آرل سٹائن اور دینی

دونوں پروفیسر بروئیل کی رپورٹ پر اعتماد کرتے ہوئے اتفاق کرتے ہیں کہ کشمیر کے مذکورہ آثار پر بودھ یا برہمنوں کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔[۳۴] پروفیسر بروئل کا کہنا ہے کہ ان قدیم معابد کا صدر دروازہ مغرب کی جانب رُخ کرتا ہے۔ یعنی عمارت میں داخلہ مشرق کی جانب کے دروازے سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشرق میں یہودی ہیکل کی روایت ہے۔ جبکہ ہندوؤں کے مندر برعکس نوعیت کے ہیں۔ جنرل سر الیگزنڈر کننگھم کا بیان ہے کہ کشمیر کے قدیم معابد کی نوعیت ہندو مندروں سے تعمیراتی ڈھانچے سے بالکل مختلف ہے اور کسی لحاظ سے بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے اثرات کا منبع ایک ہے۔[۳۵] پروفیسر ویلز کی رائے ہے کہ کشمیر کے مذکورہ معابد کے رنگ و روغن شامی اثرات سے مستعار ہیں۔ اس نے کشمیر میں مندروں کے تعمیراتی ڈیزائن کا مشاہدہ کیا جن میں قدیم یہودی فن تعمیر کے واضح نقوش ہیں۔ اپنے مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے وینی لکھتا ہے:

''میں ان آثار کی مشابہت کو دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ آثار اسی طرح کے ہیں جو ہیکل سلیمانی کے تھے اور میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ کہیں کشمیر کے معابد یہودی معماروں کے تعمیر کردہ تو نہیں تھے؟ اور اُن کو اُسی پلان کے مطابق تعمیر کیا گیا تھا جس کی وہ پیروی کرتے تھے۔ ابی سینیا کے قدیم معابد بھی جن کو کُش کہا گیا ہے، کشمیر کے مذکورہ معابد سے مشابہہ ہیں۔ ان کو اسرائیلیوں نے تعمیر کیا تھا جو ملکہ سباء کے ساتھ ٹائیگری کے دارالحکومت اکسوم گئے تھے جہاں ملکہ سباء اپنے بیٹے منی لیک کے ساتھ رہتی تھیں۔ بلکہ سباء کا یہ بیٹا حضرت سلیمانؑ سے تھا اور جو کُش کی سلطنت کا حکمران ہوا تھا......''[۳۶]

کشمیر کے قدیم معابد مستطیل شکل کے ہیں جن کے گرداگرد احاطہ ہوتا ہے اور ستونوں کے مستطیل برآمدے ہوتے ہیں۔ جن کا رخ اندر کی جانب ہوتا ہے کشمیر کے دو معبدوں کا ذکر خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ ان میں مشہور معبد وہ ہے جو مٹن کے نزدیک مارتنڈ میں ہے اور اسلام آباد سے آٹھ میل کی مسافت پر ہے۔ عمارت کا بڑا حصہ مرکزی

تعمیرات کا ہے جو دروازے کے دونوں طرف ۸۴ ستونوں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر جیمس فرگوسن جو ایک طویل مدت تک گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ آثار قدیمہ کا انچارج رہا تھا۔ مارتنڈ کے معبد کے بارے میں لکھتا ہے:

''اس معبد کی عمارت چھوٹی سی ہے جس کا طول ۶۰ فٹ اور عرض ۳۸ فٹ ہے۔ ماتھے کی چوڑائی کے ساتھ ساتھ دو بازو اسے ۶۰ فٹ کا عرض بناتے ہیں اور جیسا کہ کننگھم کا اندازہ ہے۔ عمارت کی بلندی مکمل ہونے پر ۶۰ فٹ تھی۔ یہودی معماروں کے پیش نظر یہ مسئلہ تھا کہ معبد کو تین جہت کے مطابق تعمیر کیا جائے اور مربع نہ ہو۔ یہ یہودی معبد اگرچہ چھوٹی سی عمارت تھی تاہم اس قدر چھوٹی بھی نہ تھی۔ یروشلم میں اس کا طول، عرض اور بلندی تینوں اطراف ۱۵۰ فٹ تھیں۔ مارتنڈ میں یہ صرف ۶۰ فٹ تھیں۔ تاہم یہ قابل ذکر ہے کہ کشمیر میں یہ معابد، یہودی معابد ہی کے پلان کو دہراتے ہیں۔''[۴۷]

دوسری عمارت جس کا ذکر ضروری ہے وہ تخت سلیمان ہے۔ یہ معبد ایک پہاڑی پر تعمیر کیا گیا ہے اور سطح ۱۵۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس کے سامنے جھیل ڈل اور سرینگر کا شہر ہے۔ یہ معبد ایک ہشت پہلو کرسی پر بنایا گیا ہے اور اس تک دو رویہ سیڑھیوں کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے جن کے ساتھ دو رویہ دیواریں ہیں۔ جن پر فارسی کی تحریریں لکھی گئی تھیں۔ (ان تحریروں کا ذکر بعدازاں کیا جائے گا)۔ اس معبد کی تعمیر ''پرنسب'' کے گوشواروں کے مطابق ۲۵۰ ق م ہے۔ یہ معبد ابسلوم کے مقبرے کی ہو بہو نقل ہے۔ ابسلوم، داؤدؑ کا تیسرا بیٹا تھا۔ اس کا مقبرہ افرائیم کے جنگلوں میں ہے جو یروشلم سے زیادہ دور نہیں ہیں اور یوزافت کی وادی میں ہے۔

یہ معبد، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، عظیم بادشاہ حضرت سلیمانؑ سے منسوب ہے۔ جسے کشمیر میں بڑی عقیدت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ کشمیری پنڈت عموماً اس کی زیارت کو آتے تھے مگر وقت کے ساتھ ساتھ اسے سنڈیمن کا معبد کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ

سنڈیمن کا لفظ سلیمان کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ پروفیسر رادھا کانت دیو کا کہنا ہے کہ سنڈیمن نہ تو سنسکرت کا اور نہ ہندی زبان ہی کا کوئی لفظ ہے۔[۳۸] برنیئر (۱۶۶۴ء)، جارج فورسٹر (۱۷۸۳ء)، وینی (۱۸۱۲ء)، مسز ہاروے (۱۸۵۴ء)، مور (۱۸۶۱ء)، کرنل ٹوریز (۱۸۶۲ء) اور جنرل نیوآل (۱۸۸۷ء) کشمیر کی روایت کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ بادشاہ فضائی راستے سے یہاں آئے تھے اور انہوں نے اس پہاڑی پر قیام کیا تھا۔[۳۹] کشمیر کے سارے وقائع نگار اس واقعے کا ذکر کرتے ہیں۔ سیف الدین، محمد سیف الدین کشمیری اور پنڈت ہرگوپال بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ خواجہ حسن، ملا احمد کے حوالے سے ''واقعاتِ کشمیر'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ ہوائی سفر میں یہاں آئے اور اس پہاڑی پر قیام کیا۔ اس لئے اس مقام کو تخت سلیمان کہا جاتا ہے۔[۴۰] اسی روایت کی بناء پر حضرت سید علی ہمدانی نے جو ۱۳۷۲ء میں کشمیر میں وارد ہوئے، وادیٔ کشمیر کو باغِ سلیمان کہا ہے۔ میر سعداللہ نے اپنی ''تاریخ کشمیر'' کے لئے بھی اسی نام (باغ سلیمان) کا انتخاب کیا ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی غور طلب ہے کہ ہندوکش میں بھی ایک تخت سلیمان ہے جہاں حضرت سلیمانؑ فضائی راستے سے اترے تھے۔ ان روایات کی تائید میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں قرآنی حوالہ ہے:

> ''سو ہم نے اس کے لئے ہوا کو کام میں لگایا وہ اس (اللہ) کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جدھر وہ قصد کرے۔'' (قرآن کریم ۳۸:۳۶)

مزید:

> ''اور (ہم نے) سلیمان کے لئے ہوا کو (کام میں لگا دیا) اور اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ تھی اور شام کی منزل بھی ایک مہینے کی راہ......''
> (قرآن کریم ۳۴:۱۲)
>
> ''اور ہم نے سلیمانؑ کے لئے تیز چلنے والی ہوا کو (کام میں لگایا) اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔'' (۲۱:۸۱)

ان آیات کی اہمیت اس میں ہے کہ خدا کے حکم سے حضرت سلیمانؑ ایک مہینے کے سفر کو ایک دن میں یا ایک رات میں طے کر سکتے کیونکہ ہوا کو اُن کے تابع کیا گیا تھا۔ کیا ہم اس میں شک کر سکتے ہیں جب ہمیں معلوم ہے کہ ہوائیں اُس کے تابع ہوتی ہیں جو ہوائی جہاز کو اڑا سکتا ہے اور مہینوں کے سفر کو دنوں میں طے کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مبارک سرزمین، ارض موعود کے علاوہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضرت سلیمانؑ خود فلسطین میں حکومت کر رہے تھے۔ کشمیر میں حضرت سلیمانؑ کے بارے میں روایت ہے کہ کشمیر ایک مبارک سرزمین ہے۔ اسے باغِ جنت بھی کہا گیا ہے اور ''جنتِ دنیا'' کا نام بھی دیا گیا ہے۔ ایسا کہنا کافی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے واقعی ایک مشرقی ملک پر حکومت کی اور کشمیر کی روایت اس طرف قطعی اشارہ بھی کرتی ہے۔

کشمیری زبان

جب کشمیر کے آثارِ قدیمہ کی جانب آرکیالوجی کے ماہرین کا رجوع ہوا تو اُن یادگاروں پر لکھی ہوئی تحریروں کو سمجھنے میں بہت دشواری ہوئی۔ سکوں پر کندہ عبارت بھی سمجھ نہ آ سکی۔ اس زبان کے حروف ابجد کئی صدیاں قبل ہی امتدادِ زمانہ کے باعث گم ہو چکے تھے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین ان تحریرات کی زبان کو سنسکرت لسانی گروپ کے طور پر سمجھتے رہے۔ تاہم سر جارج گریکسن نے ثابت کیا کہ کشمیری ہندوستان کی لسانی زبان نہیں ہے اور اس کا تعلق سنسکرت کی لسانیاتی شاخوں سے بھی نہیں ہے۔ پروفیسر رپسن کی رائے ہے کہ سامی گروپ کی دو زبانیں برہمی اور خروشتی تھیں۔ اس کا خیال ہے کہ ان زبانوں کو میسوپوٹیمیا (عراق عرب) سے سوداگر اپنے ہمراہ مغربی برصغیر میں لائے تھے۔ رپسن کا کہنا ہے کہ خروشتی جو شمال مغربی برصغیر ہند کی زبانوں کا لسانیاتی ماٰخذ ہے، آرامی رسم الخط کی شاخ ہے جو پانچویں صدی قبل مسیح کے دوران مغربی ایشیا میں زیر استعمال تھی۔ دوسری سامی زبانوں کے مانند جن میں برہمی بھی شامل تھی یہ زبان بھی

دائیں سے بائیں جانب لکھی جاتی تھی۔ اپنی پیکائی شکل میں (جسے کیونیفارم کہا جاتا ہے) یہ زبان بھی گم ہو گئی۔[۴۱] قدیم فارسی زبان کے بعد نئی پارسی (فارسی) زبان رونما ہوئی اور دارا پہلوی کے عہد تک یہ زبان بابل کی زبان اور ایلمی زبان کے ساتھ خلط ملط ہوئی[۴۲] اور جیسا کہ یونانی اور شامی دستاویزات سے ظاہر ہوا ہے جو عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔[۴۳] اس کا رسم الخط اور الفاظ بھی بتدریج، نئی فارسی زبان میں شامل ہوئے۔ ملک شام کے کلچر نے ثلث رسم الخط کو رواج دیا[۴۴] اور یوں نئی فارسی زبان میں عربی زبان کے شامل ہو جانے سے کاشر پیدا ہوئی جو کشمیر کی زبان ہے۔[۴۵] رچرڈ ٹمپل نے ''لال دید عارفہ کے اقوال'' کے دیباچے میں لکھا ہے کہ کشمیری زبان میں ۴۰ فیصد فارسی الفاظ ہیں، ۵۰ فیصد عربی کے لفظ ہیں اور دس فیصد دیگر زبانوں کے الفاظ ہیں۔[۴۶]

کشمیری زبان اُن زبانوں سے مختلف ہے جو ہندوستان میں بولی جاتی ہیں۔ اس کا ادا کرنا بھی دشوار ہے اور اس کا سمجھنا بھی بے حد مشکل ہے اور غیر ملکیوں کو اس زبان کا سمجھنا محال دکھائی دیتا ہے۔ مفتی محمد صادق صاحب کی رائے ہے کہ کشمیری زبان کی اساس عبرانی زبان پر ہے۔ انہوں نے ایک طویل فہرست اُن الفاظ کی دی ہے جو عبرانی زبان سے کشمیری میں مستعار ہیں۔[۴۷] تاہم مفتی محمد صادق صاحب کی فہرست مکمل احاطہ نہیں کرتی۔ اس سلسلے میں چند الفاظ کا ذکر کرنا مناسب دکھائی دیتا ہے جو مفتی محمد صادق صاحب کی فہرست میں شامل نہیں ہیں:

عبرانی	معانی	کشمیری	معانی
ابیتل	اوس کا باپ	ابتال	زیرآب
اکور	غم زدہ	اکور	غم ناک
آسی ایل	مخلوق، خلق کیا گیا	اسی ایل	ایک فرشتے کا نام
اٹل	سیاہ	اٹل	چمگادڑ
باقہ	رونا	باقہ	چلانا
بل	قدرتی ندی	بل	چشمہ

بیری	کنویں کا مالک	بیوری	کنواں
ڈومے	خموشی	ڈمب	خموش
گوزن	پتھریلی سطح	گوزن	پہاڑ کی چوٹی
حاتیفہ	پکڑا جانا	حاپت	ریچھ
مناخہ	استراحت کی جگہ	ملافہ	قبرستان
شعال	لومڑ	شعال	لومڑ

کشمیر کا نام

کشمیر کے نام کی کیسے ابتدا ہوئی، ایک پراسرار سوال ہے جس کا واضح جواب شاید ممکن نہیں ہے۔ کشمیر اور کشمیر کے باشندوں کا ذکر قدیم ہندو کتب میں ملتا ہے۔ مہابھارت کے بیشتر حصوں میں کشمیر اور اس کے حکمرانوں کا ذکر آتا ہے۔ قدیم ہندو تاریخ دان کشمیر کے بارے میں مضحکہ خیز توضیحات کرتے ہیں۔ کلہانہ کے مطابق جو کشمیر کا سب سے پہلا تاریخ دان ہے۔ کشمیر کسیاپہ میر سے مشتق ہے۔ یعنی کسیاپہ کا ملک کہا گیا ہے کہ کسیاپہ ایک رشی تھا جس نے وادی سے پانیوں کا انخلا کیا جب وادیٔ کشمیر ایک جھیل تھی۔ اُس کے پانیوں کا نکاس بارہ مولہ سے کیا۔ یوں اس ملک کا نام اُس رشی کے نام پر پڑ گیا۔ لیکن ایسی حکایت کا کوئی لسانی ثبوت نہیں ہے۔ سر ولیم جونز نے اس حکایت کو غلط قرار دیا ہے اور کیساپہ رشی کی کہانی کو فرضی بتایا ہے۔[۴۸] ویکفیلڈ کا کہنا ہے کہ اگر ہندو روایت درست ہوتی تو سری نگر کا نام کیساپہ پور ہوتا۔ یا کیساپہ نگر ہوتا اور ناموں کا رشتہ بھی ہندوستان کے دیگر ناموں کے مطابق ہوتا۔ اُس کا کہنا ہے کہ ہندوؤں کی روایت، آس پاس کے ناموں کی بھی وضاحت نہیں کرتی جن میں کاشغر، کشتوار اور سلسلہ ہندوکش شامل ہیں۔[۴۹] سر اورل سٹائین بھی ہندو روایت سے اتفاق نہیں کرتا اور لکھتا ہے:

''نہ تو کسیاپہ اور مار اور نہ کسیاپہ پورہ ہی حقائق کے مطابق ہیں۔ البیرونی ان ناموں کو ملتان کے قدیم نام سے منسوب کرتا ہے۔''[50]

اس ضمن میں سٹائین، ہیکاٹائس (۵۴۹-۴۸۶ ق م) کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ کسپتراس یا کسپاپیروس کا اُس مقام پر ہونا ضروری ہے جہاں دریائے سندھ میدانی علاقے میں داخل ہوتا ہے اور اُس میں جہازرانی ممکن ہوتی ہے، یعنی قدیم گندھارا کے علاقے میں۔ سٹائین، بطلیموس کے جغرافیے اورنقشہ جات کا حوالہ بھی دیتا ہے جہاں کشیاپہ پورہ اور زردراس (دریائے ستلج) کو ملتان کے علاقے میں دکھایا گیا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ وادی (کشمیر) قدیم زمانے میں ایک وسیع و عریض جھیل تھی شاید اسی لئے حضرت سلیمانؑ ایک اونچی پہاڑی پر اترے تھے۔ تاہم پانیوں کا انخلا قدرتی تھا اور سلیمان کے ایک خدمتگار، کاشف (ایک مقامی روایت کے مطابق) نے اس سلسلے میں کوئی کوشش بھی کی ہو لیکن جھیل کے نکاس کو انسانی کاوش قرار دینا محض قیاس دکھائی دیتا ہے۔ سر ٹامس وارڈل، جو مشہور ماہرین ارض میں سے ہے، کی رائے ہے کہ جھیل کا پانی آتش فشانی اور ہیبت ناک زلزلے کے ذریعے سے ہوا جس کا بارہ مولہ کی تنگ کھائی سے نکاس ہوا۔[51] اُس کا کہنا ہے کہ سارا علاقہ زلزلے کے اثرات کو ظاہر کرتا ہے اور اس کا تعلق کاربونیفرس زمانے سے ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ کشمیر کا ارضی رشتہ زلزلوں کی لپیٹ میں ہے جو اس سرزمین کو برابر ارتعاش سے زیر و زبر کرتے رہتے ہیں۔[52]

اس لئے یہ درست نہیں ہے کہ اس علاقے کا نام ہندو رشی کے نام پر یا حضرت سلیمانؑ کے خدمتگار کاشف کے نام پر پڑا۔ مغل شہنشاہ بابر ''تزک بابری'' میں لکھتا ہے کہ کشمیر کا نام کش یا کُش پہاڑی قبیلے کے نام پر پڑا جو کشمیر کے نواح میں آباد تھا۔[53] ایک فارسی مخطوطے میں کہا گیا ہے کہ میر کا مطلب کوہسار ہے۔ اریسکائن نے اپنے دیباچہ میں بابر کے مفروضے پر مزید تحقیق کرتے ہوئے اُسے کاشغر تک پھیلایا جو بطلیموس کے جغرافیے میں کیسار بجیو اور کاسو مانٹس کے ناموں سے معروف ہے۔[54] ''آئین

اکبریٰ‘‘ میں بابر کے مفروضے کو مزید نمایاں کیا گیا ہے۔[55] جسے کاونٹ ٹائیفن تیلر نے قبول کیا اور بعد ازاں حیدر مالک چوہدوارا نے بھی اختیار کیا جو کشمیر کا مسلمان وقائع نگار ہے۔[56] اس امر سے وینی بھی اتفاق کرتا ہے کہ میسوپوٹیمیا اور ایتھوپیا میں بھی ایسے ہی قبیلے (کش) کی رعایت سے مقامات کا نام پڑا ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے خاص طور پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ افغان، چترال کو کاشغر صغیر کا نام دیتے ہیں۔ کئی دیگر مقامات کے بارے میں بھی اُس کی ایسی ہی رائے ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ اسی قبیلے کے ساتھ کشمیر کو بھی نسبت دی جا سکتی ہے۔[57]

کشمیر کے باشندے اپنی زبان میں کشمیر کو کاشیر (کش کی سرزمین) کہتے ہیں اور کاشر بھی اس سرزمین کا نام ہے جس کا مطلب اس سرزمین کا پاکیزہ ہونا ہے جو عبرانی زبان میں کاشر کا صحیح مفہوم ہے۔ یہ نام ’’کش‘‘ سے براہ راست ماخوذ ہے جس میں بعدازاں ’م‘ کا اضافہ ہوا ہے۔ پرانے سیاح اسے انگریزی کے ’C‘ کے ساتھ لکھتے ہیں۔ انگریزی حرف ’K‘ بعد ازاں استعمال ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ کُش (یا کُش) حام کا بیٹا اور نوح کا پوتا تھا[58] اور یہ محض اتفاق بھی نہیں ہے کہ کشمیر کے کشتی بان مانجی اپنے کو نوحؑ کی اولاد سے گردانتے ہیں۔ (پیدائش ۱۰:۱،۶)۔ نوح کی اولاد کو خدا نے برکت دی اور خداوند نے اُن کو کہا:

’’بارور ہو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو۔‘‘ (پیدائش ۹:۱)

اور اُسی طرح ہوا اور حام کے بیٹے وہاں آباد ہوئے۔

’’اور وہاں انہوں نے اچھی اور ستھری چراگاہ پائی اور ملک وسیع اور سکھ چین کی جگہ تھا۔‘‘ (۱-تواریخ ۴:۴۰)

مگر بائبل کی پیشگوئی اسی پر ختم نہیں ہوتی۔ بنی اسرائیل کا اپنی وراثت کی سرزمین سے کٹ جانا بھی مقدر تھا:

’’تو میں اسرائیل کو اُس ملک سے جو میں نے اُن کو دیا ہے کاٹ ڈالوں گا۔‘‘ (۱-سلاطین ۹:۷)

''اور خداوند تم کو قوموں میں تتر بتر کرے گا اور جن قوموں کے درمیان خداوند تم کو پہنچائے گا اُن میں تم تھوڑے رہ جاؤ گے اور وہاں تم آدمیوں کے ہاتھ کے بنے ہوئے لکڑی اور پتھر کے دیوتاؤں کی عبادت کرو گے جو نہ دیکھتے، نہ سنتے، نہ کھاتے اور نہ سونگھتے ہیں۔'' (استثنا ۴:۲۷-۲۸)

اسی لئے اسرائیلیوں کو کشمیر کی جانب دھکیلا گیا جہاں وہ کشمیری پنڈت بن گئے اور واقعی لکڑی اور پتھر کے دیوتاؤں کی عبادت کرنے لگے۔

اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے یہ کہنا لازمی ہے کہ کُش کی اولاد اپنے سفر میں جہاں بھی گئی اور دس گمشدہ قبائل بھی اُسی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے علاقے اور مقامات کو اپنے مورث اعلیٰ کُش کا نام دیا۔ اگر کش نام کا بادشاہ میسوپوٹیمیا میں تھا (قضاۃ ۳:۸-۱۰) تو کشمیر میں بھی رالوکش، پالاکش اور ہرنی کش راجہ بھی تھے۔[۵۹] کشمیر میں راجاؤں کا ایک خاندان، کشن خاندان بھی حکمران تھا۔[۶۰] اگر میسوپوٹیمیا میں کشن دریا تھا (قضاۃ ۵:۲۱، زبور ۸۳:۹) اُسی طرح کاشغر میں دریائے کوشی تھا۔ کشمیر کی گجر اقوام میں دو قبیلے کاشن اور کشانہ نام کے ہیں۔[۶۱] کاشو یا کشو، کشمیری پنڈتوں کی گوت ہے اور ''گھر کوشت'' میں کاشی قبیلہ بھی ہے۔ میجر ایچ ڈبلیو بیلیو افغانوں کے ہاں بھی کشان قبیلے کا ذکر کرتا ہے۔[۶۲]

کشمیر کے عہد کو کشان عہد بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پہاڑی گائے یاک کو کشن گئو بھی کہا جاتا ہے کہ یاک کش کی گائے ہے۔

وہ جن کا نام کش یا کاش کی نسبت سے ہے اُن میں سے چند ایک کی تفصیل قابل غور ہے:

کشیر	کشمیر کا مقامی (کشمیری) نام
کشی جھیل	تبت والوں کا نام کشمیر کے لئے۔
کشی ئیل	بلتستانیوں کا نام کشمیر کے لئے۔
کش چوپا	تبت خورد کا نام۔

کاشغر	پاکستان کے شمالی علاقوں کا ایک قصبہ اور وادی۔
کاشغر خورد	افغانیوں کی طرف سے چترال کا نام۔
عیسیٰ کش	کشمیر میں ایک گاؤں جو واکن وادی کے شروع میں واقع ہے۔
کش	پیر پنجال کے سلسلہ کے دونوں جانب کا علاقہ۔
کشتوار	کشمیر میں پلوامہ تحصیل کے علاقے میں ایک چھوٹی وادی جو جموں کے ضلع کے سب ڈویژن میں واقع ہے۔
کش ناگ	اننت ناگ تحصیل میں ایک چشمہ۔
کش خان	کشمیری پنڈتوں کی ایک گوت، کلگام تحصیل میں ایک گاؤں۔
کاشو	ضلع ہزارہ صوبہ سرحد میں ایک گاؤں۔
کوشو ایک، کش ہل	ضلع پشاور، صوبہ سرحد میں ایک گاؤں۔
کش کر	تحصیل پلوامہ میں ایک گاؤں، کوہ ہندوکش کے شمال میں ایک گاؤں۔
کشمور	کوہ ہندوکش کے سلسلہ کے جنوب میں ایک گاؤں۔
کشانیہ، کش بند	سمرقند میں دو گاؤں۔
کش	بخارا میں ایک گاؤں، سمرقند اور بلخ کے تجارتی راستے میں۔
کش موہرہ	مرو میں ایک گاؤں۔
کشمار	نیشاپور (ایران) کے نواح میں ایک گاؤں۔
کشان	عراق عجم میں ایک گاؤں۔ ایران کا ایک گاؤں۔
کاشف/کاشاف، کاشی	موصل کے قریب کئی گاؤں
کش	بغداد کے نواح کا ایک گاؤں[۶۳]

ہندوکش کو بعض لداخی کاش دیو بھی کہتے ہیں۔ کش رم، کش بان، کش فرید اور کش با پہاڑوں کے نام ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ ہندوکش کے جنوب میں کشمیر ایک چھوٹی سی جھیل کے قریب ایک وادی میں ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سن عیسوی سے قبل ہی

اسرائیل وہاں آباد ہوئے تھے۔ کشمیر کی طرح ہر مقام کُش کے نام سے پکارا گیا۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ ان حقائق کی روشنی میں کشمیر کو کشیر بھی کہا گیا تا کہ وہاں کے رہنے والوں کو اُن کے مشترکہ مورث اعلیٰ سے منسلک کیا جاتا کہ یہاں کے باشندے کُش کی اولاد میں سے ہیں جو حام کا بیٹا تھا۔

اسرائیلیوں، افغانیوں اور کشمیریوں کے تمدن، خدوخال اور رسومات میں مماثلت کے سلسلہ میں رسم و رواج اور ناموں کی فہرست میں دیئے گئے قرآن مجید اور بائبل کے حوالوں کے علاوہ دیگر حوالہ جات کی تفصیل سہولت کی خاطر ذیل میں دی جا رہی ہے:

۱۔ ٹینڈیل بسکو: کشمیر سورج کی روشنی اور چھاؤں میں، ص۱۵۳۔
۲۔ تھامس لیڈلے: لیڈلے کی مزید باتیں: ''کلکتہ ریویو''، جنوری ۱۸۹۸ء۔
۳۔ سید عبدالجبار شاہ: منعمین بنی اسرائیل یا افغان قوم، مسودہ حاشیہ ۵۳۔
۴۔ ایضاً حاشیہ ۵۹۔
۵۔ سید عبدالجبار شاہ: منعمین بنی اسرائیل یا افغان قوم مسودہ حاشیہ ۵۹۔
۶۔ پنڈت ہرگوپال: گلدستۂ کشمیر، ص۳۱۔
۷۔ سر جارج رابرٹسن: ہندوکش کے کافر، ص۳۵۲۔
۸۔ آر، ایچ کینیتھ: قدیم عبرانی معاشرتی زندگی اور رسومات، شریعت، روایات اور تمثیلات کی روشنی میں، ص۵۳۔
۹۔ مفتی محمد صادق: قبر مسیح، ص۲۴۔
۱۰۔ جی ٹی وائن: کشمیر، لداخ اور اسکردو میں سفر، جلد ا ص۳۹۵۔
۱۱۔ ڈاکٹر ای ایف نیوی: پیر پنجال سے پار، ص۲۹۱۔
۱۲۔ سر والٹر لارنس: وادی کشمیر، ص۲۵۴۔
۱۳۔ میرین ڈوفتی: وادی کشمیر کا پیدل سفر، ص۷۵۔
۱۴۔ ڈاکٹر ای ایف نیوی: پیر پنجال سے پار، ص۲۹۱۔
۱۵۔ ویکفیلڈ: خوشگوار وادی، ص۱۰۷، ڈاکٹر ای ایف نیوی: پیر پنجاب سے پار،

ص۲۹۳۔

۱۶۔ سر الیگزینڈر بکلے: لیہہ کا سفر ص۳۱۵۔

۱۷۔ فریڈرک ڈریو: ہندوستان کی شمالی روک، ص۳۰، سر والٹر لارنس: وادی کشمیر، ص۲۵۲۔

۱۸۔ ای ایف نائٹ: جہاں تین سلطنتیں ملتی ہیں، ص۲۷۔

۱۹۔ سر الیگزینڈر بکلے: لیہہ کا سفر، ص۳۱۵۔

۲۰۔ سید عبدالجبار شاہ: منعمین بنی اسرائیل یا افغان قوم، مسودہ، حاشیہ ۵۴۔

۲۱۔ ڈمیلو: بائبل پر تبصرہ، ص۱۵۔

۲۲۔ عزت مآب مسز سی جے بروس: کشمیر، ص۳۴۔

۲۳۔ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا (باب کشمیر اور جموں) ۱۹۰۹ء۔

۲۴۔ میجر ٹی آر سونبرن: خوشگوار وادی میں ایک سفر، ص۱۷۔

۲۵۔ ہنری بویس: کشمیر میں سات سو میل کا سفر، ص۵۴۔

۲۶۔ محمد شاہ سعادت: جنت الدنیا، ص۱۱۔

۲۷۔ پنڈت ہرگوپال: گلدستۂ کشمیر، ص۷۰۔

۲۸۔ میجر جنرل ڈی ٹی ایف نیو آل: ہندوستان کے شمالی سطح مرتفع، ص۱۰۸۔

۲۹۔ جی ٹی وائن: کشمیر، لداخ اور اسکردو کا سفرنامہ، جلد ۱ ص۳۲۷۔

۳۰۔ سر ٹامس ہولڈچ: ہندوستان کے صدر دروازے، ص۷۔

۳۱۔ جارج بیل: ہندوستان اور کشمیر سے خطوط، ص۷۷۔

۳۲۔ سر ٹامس ہولڈچ: ہندوستان کے صدر دروازے، ص۱۷۔

۳۳۔ سر ونسٹ اے سمتھ: ہندوستان کی ابتدائی تاریخ، ص۲۲۷۔

۳۴۔ سر اوریل سٹائن: راج ترنگنی جلد ۲، ص۲۹۰۔ جی ٹی وائن: کشمیر، لداخ اور اسکردو کا سفرنامہ۔ جلد ۱، ص۳۹۲۔

۳۵۔ جنرل سر چارلس کنگھم: آریہ سلسلہ فن تعمیرات پر ایک مضمون جس میں کشمیر کے

مندروں کی تصاویر ہیں، ص۸۵۔
۳۶۔ جی ٹی وائن: کشمیر، لداخ اور سکردو کا سفرنامہ، جلد ا ص۳۹۵۔
۳۷۔ ڈاکٹر جیمز فرگوسن: ہندوستانی اور مشرقی فن تعمیر، ص۲۸۶۔
۳۸۔ پروفیسر رادھا کنت دیو: شبد کلپد روما، جلد ا ص۲۴۱۔
۳۹۔ برنیر: سلطنت مغلیہ میں سفر، ہندوستانیوں کی جنت، کشمیر کا سفر، ص۴۳۲۔ جارج فورسٹر: بنگال سے انگلستان کے سفر کے متعلق خطوط، جلد ۲ ص۱۱۔ جی ٹی وائن: کشمیر، لداخ اور اسکردو کا سفرنامہ، جلد ا ص۳۹۷۔ مسز ہاروے: تاتار، تبت، چین اور کشمیر میں ایک عورت کے سفر، جلد ا ص۲۴۶۔ جارج مور: گم شدہ قبائل، ص۱۳۷۔ لیفٹیننٹ کرنل ایچ ڈی ٹورنز: لداخ، تاتار اور کشمیر کا سفرنامہ، حاشیہ ۲۶۸۔ میجر جنرل ڈی جے ای نیول: ہندوستان کے کوہستان، ص۵۱۔
۴۰۔ سیف الدین: لب تواریخ، حاشیہ ۳ب۔ محمد سیف الدین: معجزات التواریخ، حاشیہ ۵۔ پنڈت ہرگوپال: گلدستہ 'کشمیر' ص ص۱۷، ۴۷۔ خواجہ حسن: تاریخ حسن، جلد ۳، ص۱۰۔
۴۱۔ پروفیسر ای جے راپسن: قدیم ہندوستان، ص۱۸۔
۴۲۔ کیسلز بائبل ڈکشنری: مضمون ''دارئس'' ص۱۵۴۔
۴۳۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا: مضمون ''ایران'' ص۱۵۹۔
۴۴۔ سر ہنری رولنسن: ایران، ص۱۵۹۔
۴۵۔ ای بیلفور: انسائیکلوپیڈیا آف انڈیا: مضمون ''کشمیر''۔
۴۶۔ رچرڈ ٹیمپل: لال دید عارفہ کے اقوال، ص۶۵۔
۴۷۔ مفتی محمد صادق: قبر مسیح، ص ص۷۲-۱۱۰۔
۴۸۔ سر ولیم جونز: کشمیر اور ہندوستان کے متعلق تحقیقات، جلد ا ص۲۶۸۔
۴۹۔ ڈبلیو ویکفیلڈ: خوشگوار وادی، ص۶۔
۵۰۔ سر اوریل سٹائن: کشمیر کا قدیم جغرافیہ، ص۱۳۔

۵۱۔ سر ٹامس وارڈل: کشمیر، ص۲۹۰۔

۵۲۔ ایضاً ص۲۹۱۔

۵۳۔ تزک بابری، ترجمہ لائڈن اور ارسکائن، ص۳۱۳۔

۵۴۔ ایضاً دیباچہ، ص۲۷۔

۵۵۔ آئین اکبری، جلد۲ ص۳۸۱۔

۵۶۔ حیدر ملک چادوارہ: واقعات کشمیر، ص۳۵۔

۵۷۔ جے ٹی وائن: کشمیر، لداخ اور اسکردو کا سفرنامہ، جلد۲ ص۴۴۔

۵۸۔ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا: باب کشمیر اور جموں، ۱۹۰۰ء۔

۵۹۔ سر اوریل سٹائن: راج ترنگنی، ترنگ ۱۔

۶۰۔ ایضاً ترنگ ۱:۷۶۔

۶۱۔ حافظ عبدالحق: تاریخ گجراں ص۶۴۔ ایم عبدالملک: شاہان گجراں، ص۱۲۹۔

۶۲۔ میجر ایچ ڈبلیو بیلو: افغانوں کے متعلق علم الاقوام کی روشنی میں تحقیق، ص۹۸۔

۶۳۔ ایشیاٹک ریسرچز، جلد ۱۵ ص۸۱۔